مجلس انصاراللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

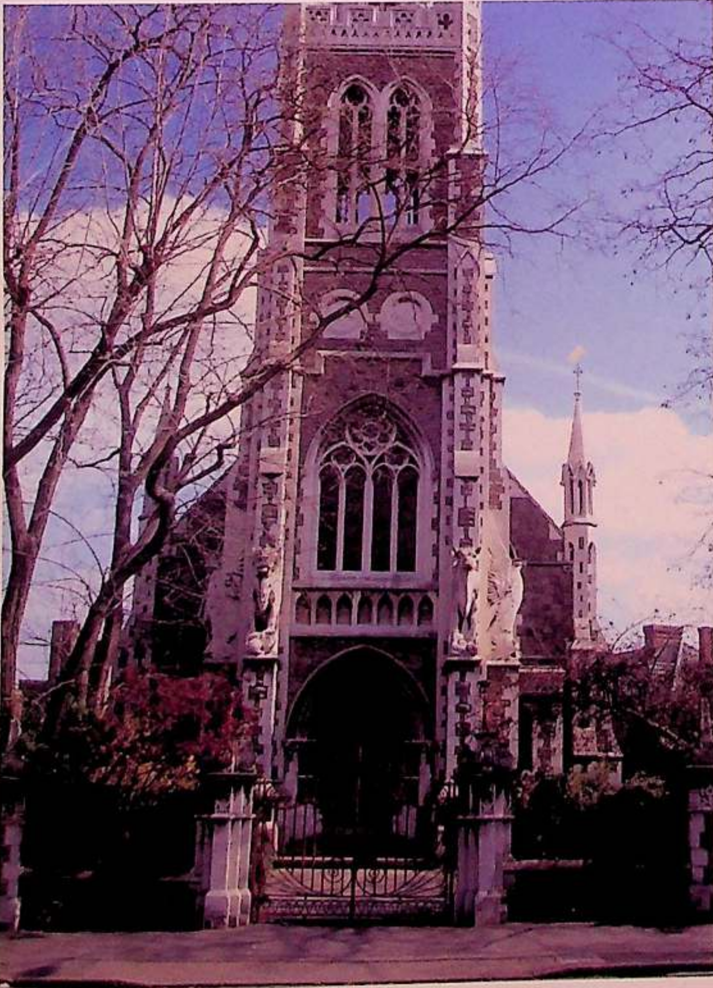
امان-شہادت 1386 جلد 4 ، نمبر 2 مارچ-اپریل 2007

العربية MTA 3

''اے عرب کے شریف النفس اور عالی نسب لوگو!
میں قلب وروح سے آپ کے ساتھ ہوں۔ مجھے میرے ربّ نے عربوں کے بارے میں بشارت دی ہے اور الہاماً فرمایا ہے کہ مَیں اُن کی مدد کروں اور انہیں ان کا سیدھا راستہ دکھاؤں اور ان کے معاملات کی اصلاح کروں اور اس کام کی انجام دہی میں مجھے آپ لوگ انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب وکامران پائیں گے۔ اے عزیزو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کی تائید اور اس کی تجدید کے لئے مجھ پر اپنی خاص تجلیات فرمائی ہیں اور مجھ پر اپنی برکات کی بارش برسائی ہے اور مجھ پر قسم ہاقسم کے انعامات کئے ہیں اور مجھے اسلام اور نبی کریم ﷺ کی اُمت کی بدحالی کے وقت میں اپنے خاص فضلوں اور فتوحات اور تائیدات کی بشارت دی ہے۔ پس اے عرب قوم! میں نے چاہا کہ تم لوگوں کو بھی ان نعمتوں میں شامل کروں۔ مَیں اس دن کا شدت سے منتظر تھا۔ پس کیا تم خدائے ربّ العالمین کی خاطر میرا ساتھ دینے کیلئے تیار ہو؟''

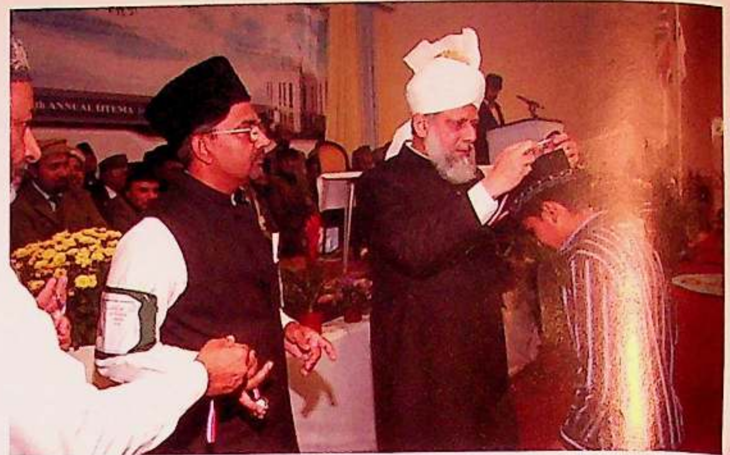
(ترجمہ از عربی حمامۃ البشریٰ روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 182-183 مطبوعہ لندن)

مسجد بیت الاسلام انٹاریو، کینیڈا



"... بعد اُس کے الہام ہوا اللہ شدید العقاب انھم لا یحسنون ۔ اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی موجودہ حالت خراب ہے اور یا یہ کہ آئندہ توبہ نہیں کریں گے ۔ اور یہ معنے بھی اس کے ہیں لا یومنون باللہ ۔ اور یہ مطلب بھی اس سے ہے کہ اس نے اچھا کام نہیں کیا ۔ اللہ تعالیٰ پر یہ افتراء اور منصوبہ باندھا ۔ اور اللہ شدید العقاب ظاہر کرتا ہے کہ اُس کا انجام اچھا نہ ہوگا اور عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوگا ۔ حقیقت میں یہ بڑی شوخی ہے کہ خدائی کا دعویٰ کیا جائے" ۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 226-225)

شمالی لنڈن کے علاقہ Clapton کا وہ گرجہ جہاں سے جان سمتھ پگٹ نے 1902ء میں مسیح اور خدا ہونے کا دعویٰ کیا ۔ اس سے متعلق مضمون اس شمارہ میں ملاحظہ کریں







Recognition of special efforts for fund raising
(Charity Walk 2006)

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد4 نمبر2

مارچ،اپریل 2007

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر (اردو)
محمود احمد ملک

نائبین
عبدالمجید عامر
حسن خان

مدیر (انگریزی): **احد بھنو**

مینیجر: **محمد اسحٰق ناصر**

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF   e-mail address: ansaruddin_uk@yahoo.co.uk

اداریہ:

کیا دنیا سے غلامی کا خاتمہ ہو چکا ہے؟

2007ء کا سال غلامی کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت کا حامل ہے

کیونکہ امسال غلامی کے خاتمہ کی دوسری صدی منائی جا رہی ہے۔ آج سے دو سو سال قبل دنیا کے اکثر ممالک نے دنیا سے غلامی کے خاتمہ کی قرارداد پاس ہونے کے بعد اس بات کا اقرار کیا تھا کہ انسانی تاریخ میں غلامی کا دور ایک سیاہ اور گھناؤنا باب ہے اور آئندہ سے کوئی حکومت اس بات کی اجازت نہیں دے گی کہ کوئی شخص یا ادارہ یا حکومت کسی انسان کو غلام بنا کر اُس سے جبراً مشقت یا کسی قسم کی خدمت لے۔

آج جب کہ غلامی کے خاتمہ کی قرارداد پاس ہوئے دو سو سال گذر چکے ہیں اِس بات پر بھی بحث ہو رہی ہے کہ وہ مہذب ممالک جو غلامی کے کاروبار میں بُری طرح ملوّث رہے ہیں انہیں چاہئے کہ اُن اقوام سے معافی مانگیں جنہیں زبردستی غلام بنایا گیا تھا اور جن کے لاکھوں افراد سمندری سفروں کے دوران صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے ہلاک ہو گئے اور وہ لاکھوں جو ساری عمر مشقتیں اٹھاتے ہوئے خود اور اُن کی نسلیں غلامی کے چنگل میں گرفتار رہیں۔

غلامی کی تاریخ اور اُس دور میں جو بہیمانہ سلوک غلاموں سے روا رکھا گیا اُس کے مطالعہ سے آج بھی انسان کانپ اٹھتا ہے اور یہ باور کرنا مشکل لگتا ہے کہ کس طرح تہذیب یافتہ انسانوں اور قوموں نے اپنے ہی جیسے انسانوں کی آزادی چھین کر اُن کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا۔ آج اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح مہذب ممالک کی حکومتیں کھلم کھلا اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ انہیں افریقہ کے غریب اور پسماندہ ممالک اور اُن کے عوام سے معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ گو مہذب ممالک غلامی کے خاتمہ کی قرارداد تسلیم کر چکے ہیں مگر نفسیاتی طور پر وہ غریب ممالک اور اُن کے عوام کو ابھی تک غلاموں کے طور پر ہی دیکھتے ہیں۔

دنیا بھر کی وہ تنظیمیں جنہوں نے آج تک غلامی کے خاتمہ کے لئے جدوجہد کی اُن کی مساعی قابلِ احترام ہے جس کے نتیجہ میں دنیا سے ''شخصی غلامی'' کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے ساتھ وہ بہیمانہ دور بھی ختم ہو گیا جس میں لاکھوں کروڑوں انسانوں کی آزادی چھین لی گئی تھی اور اُن سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا گیا تھا۔ لیکن کیا آج واقعی دنیا سے ''غلامی'' کا خاتمہ ہو چکا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب یقیناً نفی میں ملے گا۔ یہ درست ہے کہ آج ''شخصی غلامی'' کا دور ختم ہو چکا ہے مگر دوسری کئی اقسام کی غلامی آج بھی جاری ہے۔ نہ صرف ترقی پذیر ممالک میں بلکہ نام نہاد ترقی یافتہ ممالک میں بھی چائلڈ لیبر اور جنسی غلامی اور دیگر اقسام کی غلامی آج بھی جاری ہے اور اُس کے متعلقہ اعداد و شمار پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اِس سے بھی زیادہ بھیانک غلامی کی قسم جو آج ترقی یافتہ اور مہذب اقوام کی طرف سے دنیا کے غریب اور ترقی پذیر ممالک پر مسلط کی جا رہی ہے وہ ''اقتصادی غلامی'' ہے۔ آج ترقی یافتہ ممالک جس طرح اپنی جائز اور ناجائز خواہشات منوانے کے لئے جو ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں اُس کے نتیجہ میں کوئی ملک یا قوم آزاد نہیں رہ سکتی۔ آج دنیا کی امن و سلامتی کو سب سے بڑا خطرہ اِن مہذب ممالک سے ہے جنہوں نے دنیا کے اکثر ممالک کو اپنا ''اقتصادی غلام'' بنا رکھا ہے۔

مزید حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ان نام نہاد مہذب ممالک میں بسنے والے بعض مذہبی گروہ اسلام کے خلاف یہ بیان جاری کرتے ہیں کہ اسلام غلامی کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ سراسر انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ اُن کی اپنی کتب اور مذہب غلام بنانے کی تعلیم دیتا ہے۔ غلامی کے دور میں اُن کے مذہبی رہنماؤں اور اداروں نے بھی غلام رکھے ہوئے تھے۔ اُس کے برعکس قرآنِ کریم میں ایک بھی ایسی آیت نہیں ملتی جو غلام بنانے کی تعلیم دیتی ہو بلکہ بے شمار آیات میں غلاموں کو آزاد کرنے اور اُن کے ساتھ برادرانہ سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ دنیا سے غلامی ختم کرنے کی تحریکات آج سے تقریباً اڑھائی سو سال قبل شروع ہوئی تھیں مگر اسلام نے تو آج سے پندرہ سو سال قبل ہی غلامی کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا تھا۔ نبوت کے آغاز سے قبل نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کا نمونہ اور بعثت کے بعد تعلیم اور سنت کا مطالعہ ایک متعصب سے متعصب انسان کو اس بات پر مجبور کر دے گا کہ وہ تسلیم کرے کہ تاریخِ عالم میں سب سے پہلے جس عظیم شخص نے غلامی کے خلاف تحریک کا آغاز کیا تھا وہ محسنِ انسانیت سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيْكَةِ الْعِقْيَانِ

تو نے (رسول اللہ ﷺ نے) انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا
تو آپؐ نے انہیں خالص سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا

يَا رَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِمًا
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَ بَعْثٍ ثَانِ

اے میرے رب! اپنے نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتا رہ
اس دنیا میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

درس القرآن

﴿وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْ لَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

ترجمہ: اور ہم سے درگذر کر اور ہمیں بخش دے۔اور ہم پر رحم کر(کیونکہ)تو ہمارا آقا ہے۔پس کافروں کے گروہ کے خلاف ہماری مدد کر۔(سورۃ البقرۃ آیت 287)

فرمایا وَاعْفُ عَنَّا اے خدا ہم سے عفو کا سلوک فرما۔یہ نَسِيْنَا کے مقابلہ میں ہے یعنی جو کام ہمیں کرنے چاہیئے تھے چونکہ ہم نے نہیں کئے اس لئے ہمیں تو معاف فرما دے۔وَاغْفِرْ لَنَا اور جو غلط کام ہم کر چکے ہیں اُن کے خمیازہ سے ہمیں بچالے اور ان کاموں کو نہ کئے کی طرح کر دے۔عفو کے معنے رحم کے بھی ہوتے ہیں اور جو چیز کسی انسان سے رہ جائے اس کا ازالہ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ وہ مہیا کر دی جائے۔اس لئے وَاعْفُ عَنَّا کے یہ معنے بھی ہیں کہ جو چیز رہ گئی ہے اُس کو تُو اپنے فضل اور رحم سے ہمیں مہیا فرمادے۔اس کے مقابلہ میں جو کام غلط ہو جائے اس کی درستی اسی طرح ہو سکتی ہے کہ اس کو مٹا دیا جائے۔چنانچہ اَخْطَاْنَا کے مقابلہ میں اِغْفِرْ لَنَا رکھ دیا۔غفر کے معنے عربی زبان میں مٹا دینے کے ہی ہوتے ہیں۔پس اس کے معنے یہ ہیں کہ اے خدا جو کام ہم غلط طور پر کر چکے ہیں ان کو مٹا دے اور انہیں نہ کئے کی طرح کر دے۔گویا ایک طرف تو یہ کہہ دیا کہ جو کام ہم نے نہیں کیا اور اس طرح رخنہ واقع ہو گیا ہے اُس رخنہ کو تو اپنے فضل سے پُر کر دے اور دوسری طرف یہ کہہ دیا کہ جو کام ہم غلط کر چکے ہیں ان کو تو مٹا ڈال۔

وَارْحَمْنَا پھر اس کام کے نتیجہ میں ہم سے جو اَور غلطیاں ہوئی ہیں اور جن ترقیات کے حصول میں روک واقع ہو گئی ہے ان غلطیوں کے متعلق بھی ہم پر رحم فرما اور ہماری ترقیات کے راستہ میں جو روکیں حائل ہو گئی ہیں ان کو اپنے فضل سے دور کر دے۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا تو ہمارا مولیٰ، ہمارا آقا اور ہمارا مالک ہے۔آخر ہماری کمزوریاں کسی نہ کسی رنگ میں لوگوں نے تیری ہی طرف منسوب کرنی ہیں۔لوگوں نے یہی کہنا ہے کہ یہ خدائی جماعت کہلاتی تھی مگر اسے بھی دکھ پہنچا اور اسے بھی دوسروں کی تکلیف ہوئی۔پس اے ہمارے مولیٰ تو ہمارا آقا ہے اور ہم تیرے خادم۔تو آقا ہونے کے لحاظ سے ہم پر رحم کر کیونکہ ہماری کمزوریاں آخر تیری طرف ہی منسوب ہوں گی اور لوگ ہدایت سے محروم ہو جائیں گے۔

آخر میں یہ تعلیم دی کہ تم خدا تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرتے رہو کہ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ یعنی اے خدا ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔ہم بے بس اور کمزور ہیں لیکن ہمارا دشمن طاقتور اور تعداد میں بہت زیادہ ہے۔ہمارا غلبہ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ تو ہمارے ساتھ ہو۔اپنے فضل اور رحم سے کام لے کر ہمارے ایک ایک آدمی کے اندر ایسی روح پھونک دے کہ وہ سو سو بلکہ ہزار ہزار مخالف پر بھاری ہو۔اگر تو اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا فرمادے تو ہم بچ سکتے ہیں ورنہ ہمارے بچاؤ کی اور کوئی صورت نہیں۔پس اے ہمارے رب! جو لوگ ایسے کام کر رہے ہیں جن سے اسلام کی ترقی میں روک واقع ہوتی ہے ان پر تو ہمیں غالب کر اور ایسے سامان پیدا فرما جو تیری تبلیغ اور تیرے نام کو دنیا میں پھیلانے کا باعث ہوں۔

پھر یہ دعا صرف مادی غلبہ کے لئے نہیں بلکہ روحانی رنگ میں بھی دشمنوں پر غالب آنے کے لئے ایک عاجزانہ پکار ہے۔اے ہمارے رب اگر ہمارے اندر تیرے اس پاک رسول پر ایمان لانے کے نتیجہ میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا اور کفار میں اور ہم میں ایک نمایاں روحانی امتیاز اور فرق لوگوں کو محسوس نہ ہوا، ہمارے اخلاق اور کردار ان سے بلند نہ ہوئے اور ہمارے معاملات ان سے بہتر نہ ہوئے تو دنیا ہمیں طعنہ دے گی کہ انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو کر کیا فائدہ اٹھایا۔ان میں تو کوئی بھی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔پس اے خدا تو اپنے فضل سے ہمیں اپنے اندر ایسا نیک تغیر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے رحم اور کرم کو جذب کر لیں۔اور کفار پر ہمیں جسمانی رنگ ہی میں نہیں بلکہ اخلاق اور روحانیت کے لحاظ سے بھی ایک نمایاں تفوق اور غلبہ حاصل ہو جائے اور تیرا دین دنیا کے کناروں تک پھیل جائے آمین۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِہٖ﴾ (بخاری)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سچا مومن نہیں سمجھا جاسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہیں کرتا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

تشریح:

یہ حدیث اسلامی اخوت کا حقیقی معیار پیش کرتی ہے سب سے پہلے قرآن شریف نے تمام مسلمانوں کو انما المومنون اخوۃ (یعنی تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں) کہہ کر بھائی بھائی بنایا اور اس کے بعد ہمارے آقا ﷺ نے وہ الفاظ فرما کر جو اس حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ اس اخوت کے بلند معیار کی وضاحت فرمائی آپ فرماتے ہیں اور کس شان کے ساتھ خدا کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ مومنوں کی اخوت کا حقیقی معیار یہ ہے کہ جو بات ایک مسلمان اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے ان مختصر الفاظ کے ذریعہ آپ نے گویا مسلمانوں میں ہر قسم کی دوئی اور غیرت کی جڑھ کاٹ کر انہیں بالکل ایک جان کر دیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل اکثر لوگ نفسانفسی کی مرض میں مبتلا ہو کر اپنے واسطے ہر خیر کو جمع کرنے اور دوسروں کو ہر خیر سے محروم کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے کہ وَیلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْوَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَبْعُوْثُوْنَ۔ "یعنی دوسروں کا حق مارنے والے لوگوں پر افسوس ہے کہ جب وہ دوسروں سے اپنا حق وصول کرتے ہیں تو خوب بڑھا چڑھا کر لیتے ہیں۔ لیکن جب خود دوسروں کو ان کا حق دینے لگتے ہیں تو ناپ کر دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ خدا کے سامنے کبھی پیش نہیں کئے جائیں گے"؟ اسلام اس نفسانفسی کی مرض کو جڑھ سے کاٹ کر حکم دیتا ہے کہ سچے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہیں وہی اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کریں۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو خاص حقوق شریعت نے قریبی رشتہ داروں کے لئے مقرر کر دیئے ہیں انہیں ترک کر دیا جائے۔ مثلاً باپ کا فرض ہے کہ چھوٹی عمر کی اولاد کے اخراجات کا کفیل ہو، خاوند کا فرض ہے کہ بیوی کے اخراجات کو برداشت کرے۔ بچوں کا فرض ہے کہ بوڑھے یا بے سہارا والدین کا بوجھ اٹھائیں۔ اسی طرح شریعت نے ایک شخص کے مرنے پر اس کے ورثاء کے حصے بھی مقرر کر دیئے ہیں کہ بیوی کو اتنا حصہ ملے۔ اور اولاد کو اتنا حصہ ملے۔ اور ماں باپ کو اتنا حصہ ملے وغیرہ۔ اور دوسرے رشتہ داروں اور ہمسایوں اور دوستوں کا خاص خیال رکھنے کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ پس یہ مقررہ حقوق تو بہر حال مقدم رہیں گے۔ لیکن انہیں چھوڑ کر عام تعلقات اور معاملات میں اسلام ہر مسلمان سے توقع رکھتا اور اسے تاکیدی ہدایت دیتا ہے کہ جو بات وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند کرے اور یہ نہ ہو کہ اپنے لئے تو اس کا پیمانہ اور ہو اور دوسروں کے لئے اور ہو۔ ایک دوسری حدیث میں ہمارے آقا ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ تمام مسلمان آپس میں ایک انسانی جسم کے اعضا کا رنگ رکھتے ہیں۔ جس طرح جسم کے ایک عضو کے دُکھنے سے سارا جسم درد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان کے دُکھ سے ساری قوم میں بے کلی اور بے چینی پیدا ہو جانی چاہئے۔ یہ وہ اخوت کا بلند معیار ہے۔ جس پر خدا کا رسول ﷺ (فداہ نفسی) ہمیں لے جانا چاہتا ہے۔ کاش ہم اس تعلیم کی قدر کریں۔

کلام الامام

''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا.......... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اُس کے آنے سے زندہ ہوگیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونسؑ اور ایوبؑ اور مسیحؑ بن مریم اور ملاکیؑ اور یحیٰؑ اور زکریاؑ وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی۔ اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اللّٰھم صلّ وسلم و بارک علیه و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین. و اٰخر دعوٰنا ان الحمدللّٰہ ربّ العالمین''. (اتمام الحجہ صفحہ 36)

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی...... سو آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی اُمّی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا۔ اور ایسی قبولیت اُس کو ملے گی کہ کوئی بات اُس کے آگے اَنہونی نہیں رہے گی۔ زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس کا خدا ہوگا اور جھوٹے خدا سب اُس کے پیروں کے نیچے کچلے اور روندے جائیں گے۔ وہ ہر ایک جگہ مبارک ہوگا اور الٰہی قوتیں اُس کے ساتھ ہوں گی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ''. (سراج منیر صفحہ 82)

''مَیں یہ بھی کھول کر کہتا ہوں کہ جو جاہل مسلمان کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے، وہ نبیٔ معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء کرتے ہیں اور اسلام کی ہتک کرتے ہیں۔ خوب یاد رکھو کہ اسلام ہمیشہ اپنی پاک تعلیم اور ہدایت اور اپنے ثمرات انوار و برکات اور معجزات سے پھیلا ہے۔
آنحضرت ﷺ کے عظیم الشان نشانات آپؐ کے اخلاق کی پاک تاثیرات نے اسے پھیلایا ہے۔ اور وہ نشانات اور تاثیرات ختم نہیں ہوگئی ہیں بلکہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں تازہ بتازہ موجود رہتی ہیں اور یہی وجہ ہے جو مَیں کہتا ہوں کہ **ہمارے نبی ﷺ زندہ نبی ہیں**۔''

(لیکچر لدھیانہ صفحہ 25و26)

فرمودات سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مخالف ویب سائٹس پر کئے جانے والے اعتراضات کے جواب خود نہ دیں

آج کل بعض ویب سائٹس ہیں جہاں جماعت کے خلاف یا جماعت کے کسی فرد کے خلاف گندے غلیظ پراپیگنڈے یا الزام لگانے کا سلسلہ شروع ہوا ہوا ہے۔ تو لگانے والے تو خیر اپنی دانست میں یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں، اپنی عقل کے مطابق کہ یہ مغلظات بک کے وہ جماعت کو کوئی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ حالانکہ اُنکی اِن لغویات پر کسی کی بھی کوئی نظر نہیں ہوتی۔ جماعت کا شاید عشار یہ ایک فیصد بھی طبقہ اس کو نہ دیکھتا ہو، اس کو شاید پتہ بھی نہ ہو۔ تو بہر حال یہ تمام لغویات ہیں اس لئے وہ جوان گندے غلیظ الزاموں کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، بعض نو جوانوں میں یہ جوش پیدا ہو جاتا ہے تو اس جوش کی وجہ سے وہ جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کو بھی اس سے بچنا چاہئے۔ جماعت کی اپنی ایک ویب سائٹ ہے اگر کوئی اعتراض کسی نظر میں قابلِ جواب ہو، کسی کی نظر سے گذرے تو وہ اعتراض انہیں بھیج دینا چاہئے...... اگر کسی کے ذہن میں اس اعتراض کا کوئی جواب آیا تو وہ جواب بھی بے شک بھیج دیں۔ لیکن وہاں پر خود کسی کے اعتراض کا جواب نہیں دینا۔ ہوسکتا ہے آپ کو جواب دینا صحیح نہ آتا ہو۔ کیونکہ جہاں آپ بھیجیں گے خود ہی چیک کر لیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس اعتراض کا جواب دینا بھی ہے کہ نہیں یا اس معاملہ میں پڑنا صرف لغویات یا صرف وقت کا ضیاع ہی ہے۔ کیونکہ اعتراض کرنے والے کی اصلاح تو ہونی نہیں ہوتی کیونکہ اگر اُن کا یہ مقصد ہو، یہ نیت ہو کہ انہوں نے اپنی اصلاح کرنی ہے یا کوئی فائدہ اٹھانا ہے تو پھر اتنی غلیظ اور گندی زبان استعمال نہیں ہوتی، شریفانہ زبان استعمال کی جاتی ہے۔ اور بعض اعتراضوں کے جواب کا تو دوسروں کو بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر جیسا کہ میں نے کہا ہے اگر کسی کے پاس جواب ہو تو اس جماعتی نظام کے تحت جواب بھجوا دیں خود ہی نظام اس کو دیکھ لے گا کہ آیا جو جواب آپ نے بھیجا ہے درست ہے یا اس سے بہتر جواب دیا جا سکتا ہے۔ تو بہر حال مقصد یہ کہ جماعت کے کسی فرد کا وقت بلا مقصد ضائع نہیں ہونا چاہئے اس لئے جس حد تک ان لغویات سے بچا جا سکتا ہے، بچنا چاہئے اور جو اس ایجاد کا بہتر مقصد ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ علم میں اضافہ کے لئے انٹرنیٹ کی ایجاد کو استعمال کریں۔ یہ نہیں ہے کہ اعتراض والی ویب سائٹس تلاش کرتے رہیں یا انٹرنیٹ پر بیٹھ کر مستقل باتیں کرتے رہیں۔

انٹر نیٹ کے غلط استعمال سے بچیں:

پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے۔ یہ بھی ایک لحاظ سے آج کل کی بہت بڑی لغو چیز ہے۔ اس نے بھی کئی گھروں کو اجاڑ دیا ہے۔ ایک تو یہ رابطے کا بڑا سستا ذریعہ ہے پھر اس کے ذریعہ سے بعض لوگ پھرتے پھراتے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ شروع میں شغل کے طور پر سب کام ہو رہا ہوتا ہے پھر بعد میں یہی شغل عادت بن جاتا ہے اور گلے کا ہار بن جاتا ہے، چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں، بعض دفعہ یہ عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلا وجہ، بے مقصد وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب چیزیں لغو ہیں۔

چیٹنگ سے پرہیز کریں:

آج کل چیٹنگ (Chatting) جسے کہتے ہیں، بعض دفعہ یہ چیٹنگ مجلسوں کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اس میں بھی پھر لوگوں پہ الزام تراشیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں، لوگوں کا مذاق بھی اڑایا جا رہا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک وسیع پیمانے پر مجلس کی ایک شکل بن چکی ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6۔ اگست 2004)

موعودِ اقوامِ عالم

(اخلاق احمد انجم)

مذہب کا نقطہ مرکزی جس کے گرد باقی تمام امور گردش کرتے ہیں توحید کا قیام ہے۔تمام مذاہب کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ ہر مذہب کی الہامی کتاب ایک ہی خدا کو پیش کرتی ہے۔توحید ہی کے قیام کے لئے خدا تعالیٰ نے ہر قوم میں انبیاء مبعوث فرمائے اور دنیا کی کوئی قوم بھی ایسی نہیں گزری جس کی طرف کوئی نبی نہ آیا ہو۔قرآن کریم فرماتا ہے وَ اِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر (سورۃ الفاطر آیت 20) یعنی دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا تعالیٰ نے کوئی ڈرانے والا نہ بھیجا ہو۔نہ ہندوستان بلا نبیوں کے تھا، نہ چین بلا نبیوں کے تھا اور نہ روس بلا نبیوں کے تھا نہ افغانستان اور نہ افریقہ اور نہ یورپ۔حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء توحید کے قیام کے لئے دنیا میں تشریف لائے اور یہ سلسلہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر اپنے کمال کو پہنچا۔آپؐ نے ایسے اتم اور اکمل طور پر روحانی قیامت دکھلائی کہ ایک زمانہ دراز کے مُردوں میں توحید کی روح پھونک دی اور دنیا سے روانہ نہ ہوئے جب تک ہزاروں برسوں کے عظم رمیم کو زندہ نہ کر دکھلایا۔آپ کے آنے سے قبریں کھل گئیں اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑ گئی۔

یہ ایک سِرّ اسرارِ الٰہیہ میں سے ہے کہ جوں جوں لوگ زمانہ نبوت سے دور ہوتے جاتے ہیں تو نورِ ایمان میں کمزوری آنی شروع ہو جاتی ہے۔لوگوں کی اخلاقی اور روحانی حالتیں کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔لوگ نبی کی اصل تعلیمات کو تبدیل کر کے بے ہودہ اور بے جا باتیں اس کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ناحق جھوٹ اور افتراء کر کے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ تمام کفر اور بدی کی باتیں اس نبی نے ہی سکھلائی تھیں۔تو اُس وقت اس نبی کے دل میں ان فسادوں اور تہمتوں کے دور کرنے کے لئے ایک اشد توجہ اور اعلیٰ درجہ کا جوش پیدا ہوتا ہے اور اُس کی روحانیت تقاضا کرتی ہے کہ کوئی اس کا قائم مقام زمین پر پیدا ہو۔اس لحاظ سے آخری زمانہ میں جب کہ تمام ادیانِ عالم کے پیرو کاروں نے اپنے اپنے انبیاء، رسولوں اور مصلحین کی تعلیمات اور ہدایات کو پسِ پشت ڈال دینا تھا اور ایک سخت قسم کا بگاڑ دنیا میں پیدا ہو جانا تھا تو ہر مذہب کے نبیوں کی روحانیت نے تقاضا کیا کہ ان کا کوئی قائم مقام زمین پر پیدا ہو۔چنانچہ اسی لئے ہر مذہب کے پیشوا نے آخری ایّام میں اپنے بروز کے آنے کی خبر دے رکھی تھی اور تمام مذاہب کے ماننے والے ایک نبی یا اوتار کے منتظر تھے اور اپنی ترقیات اسی سے وابستہ قرار دیتے تھے۔ہندوؤں میں بھی ایسی پیشگوئیاں تھیں کہ آخری زمانہ میں ایک اوتار آئے گا جو کرشن علیہ السلام کی صفات کا مظہر ہو گا۔زرتشتیوں میں بھی ایک نبی کے ظہور کی پیش گوئی مذکور تھی۔بدھ مذہب کے ماننے والے بھی ایک کامل بدھ کے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے کے منتظر تھے۔عیسائی بھی ایک مسیحا کے نزول کے منتظر تھے۔یہود ایک مدتِ دراز سے دیوارِ گریہ کے پاس جا کر خدا تعالیٰ کے حضور ایک مسیحا کے نزول کی التجا کر رہے تھے۔اسلام میں بھی ایک مہدی اور مسیح کے آخری زمانہ میں نازل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ذیل میں ان چند اہم پیشگوئیوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

ہندو مذہب کی پیشگوئیاں

ہندو مذہب کے بانی سری کرشن جی فرماتے ہیں ''ھے بھارت! جب دھرم کی نیستی اور ادھرم کا دور دورہ ہو جاتا ہے تب میں اوتار لیتا ہوں'' (گیتا، ادھائے شلوک صفحہ 8-7) ایک اور جگہ فرماتے ہیں ''جب کلجگ کے اخیر میں بہت پاپ ہوتے رہیں گے تو نارائن جی خود دھرم کی رکھشا کی خاطر سنبھل دیش میں کلنکی اوتار دھارن کریں گے'' (شریمد بھاگوت بارھواں اسکند صفحہ 623)

ویدکی عظیم الشان پیشگوئی میں ایک آنے والے رشی کا نام بھی بتایا گیا ہے اور اس کی بہادری دکھانے کا مقام قدون بیان کیا گیا ہے ''یعنی احمد ہی فی الحقیقت عقل کے ساتھ اپنے روحانی باپ کی لائی ہوئی صداقت کو پکڑے گا اور وہ کہے گا کہ اے لوگو! اس صداقت کے باعث میں تم میں سورج جیسا پیدا ہوا ہوں اور اپنے روحانی باپ کی تعلیم سے میں اپنے اقوال کو مزین کرتا ہوں جس سے کہ میں خود طاقت حاصل کر سکتا ہوں'' (سوکت 115 منتر 1) اسی طرح لکھا ہے کہ ''وہ رشی اپنے گیان کو ہی استعمال کرے گا (یعنی اپنے روحانی علم کو استعمال کرے گا) اور اس رشی کا بہادری دکھانے کا مقام قدون ہو گا اور اس کی شہرت دور دراز تک ہو جائے گی'' (سوکت 93 منتر 3) اسی طرح آنے والے کے بارہ میں لکھا ہے کہ ''روحانیت سے دنیا کو منور کرنے والا اور لوگوں کی خوشی کے لئے خود دکھ اٹھانے والا وہ کرشن بہت سے آدمیوں کے ساتھ حد والی ندی کے پاس ٹھہرے گا۔'' (سوکت 137 منتر 7)

بائبل کی پیشگوئیاں

یہودی اور عیسائی مذہب میں بھی ایک آنے والے موعود کے بارہ میں پیش گوئیاں موجود ہیں اور دانیال نبی کی پیش گوئی میں اس کے ظہور کا زمانہ بھی بتایا گیا ہے۔چنانچہ بائبل میں یہ پیشگوئی ان الفاظ میں درج ہے ''اے دانیال تو اپنی راہ چلا جا کیونکہ پوشیدہ رہیں گی اور سر بمہر رہیں گی یہ باتیں وقتِ آخر تک۔اور بہت لوگ آزمائے جائیں گے۔شریر شرارت سے شور و غوغا مچائیں گے اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھے گا پر اہلِ دانش۔اور جس وقت دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اُس وقت بارہ سو نوے دن ہوں گے۔مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔اور ایک سو پینتیس روز تک آتا ہے۔'' (دانیال، عہد نامہ قدیم) دانیال نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان ﷺ کے ظہور سے جب بارہ سو نوے سال گزر جائیں گے تو ایک موعود کا ظہور ہو گا۔یاد رہے کہ الہامی کتب میں عموماً دن سے مراد سال ہوتے ہیں جیسے قرآن مجید میں فرمایا گیا و انّ یوماً عند ربک کالف سنة ممّا تعدون. (سورۃ الحج آیت 48)

حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں آنے والے موعود کے بارہ میں پیش گوئی فرمائی ہے۔انجیل میں درج ہے ''جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے الگ اس

کے پاس آ کر کہا ہم کو بتا کہ یہ باتیں کب پوری ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا..... خبردار گھبرا نہ جانا کیونکہ ان باتوں کا واضح ہونا ضرور ہے لیکن اس کا خاتمہ نہ ہوگا کیونکہ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے..... جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا..... سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلاک ہو جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان دکھائی دے گا۔ پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارا خداوند کس دن آئے گا۔ لیکن یہ جان رکھو کہ اگر گھر کے مالک کو معلوم ہوتا کہ چور رات کے کون سے پہر آئے گا تو جاگتا رہتا اور اپنے گھر کو نقب نہ لگانے دیتا۔ اس لئے تم بھی تیار رہو کیونکہ جس گھڑی تم کو گمان بھی نہ ہوگا ابنِ آدم آ جائے گا۔ (متی باب 24 آیات 8-3، 27,30,43,44، مرقس باب 13 آیات 26-24)

زرتشتی مذہب میں موعود کی خبر

حضرت زرتشت علیہ السلام نے بھی ایک نبی کے آنے کی خبر دی ہے۔ چنانچہ دساتیر میں مذکور ہے ''جب ایرانیوں کے برے دن آئیں گے اور برے افعال ان سے سرزد ہوں گے تو عرب سے ایک مرد پیدا ہوگا ابراہیم کے پیروکاروں میں سے تو ایرانیوں کا تمام تخت و سلطنت تاخت و تاراج ہو جائے گا۔ پھر ایک عرصہ بعد ان کی آپس میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی اور خاک پرستی شروع کر دیں گے۔ روز بروز ان میں دشمنی اور جدائی بڑھتی چلی جائے گی۔ پس تمہیں اس سے فائدہ پہنچے گا اور اگر زمانہ سے ایک روز بھی باقی ہوگا تو کسی کو تیرے فرزندوں میں سے (فارسی الاصل) کھڑا کروں گا جو تیری عزت و آبرو کو قائم کرے گا اور پیغمبری اور سرداری تیرے فرزندوں سے نہیں اٹھاؤں گا'' (سفرنگ دساتیر مطبوعہ 1280 صفحہ 190-189)

مہاتما بدھ کی پیش گوئی

مہاتما بدھ نے بھی اپنے بعد آنے والے ایک موعود کی خوش خبری دی۔ مہاتما بدھ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل ان کے شاگردِ خاص آنند نے مبارک بدھ سے پوچھا جب تو چلا جائے گا تو ہم کو کون تعلیم دے گا۔ مبارک بدھ نے جواب دیا صرف میں اکیلا ہی بدھ نہیں ہوں جو دنیا میں آیا ہوں اور میں آخری بھی نہیں ہوں گا۔ میں تم کو سچائی سکھلانے آیا تھا........ تب تھوڑے دنوں کے واسطے برم کے بادل روشنی کو دھندلا کر دیں گے اور مناسب وقت میں دوسرا بدھ پیدا ہوگا اور وہ تم پر اُس سچائی کا اظہار کرے گا جس کی میں نے تعلیم دی ہے۔ آنند نے پوچھا ہم اس کو کس طرح پہچانیں گے۔ مبارک بدھ نے کہا میرے بعد جو بدھ آوے گا میتریہ کے نام سے مشہور ہوگا یعنی اُس کا نام خود مہربانی ہوگا۔ (کلیان دھرم صفحہ 373 باب 96 آیت 12-15)

سکھ مذہب میں ایک موعود کی خبر

سکھ مذہب والے بھی ایک اوتار کا انتظار کر رہے تھے چنانچہ گرنتھ صاحب کے صفحہ 451 پر لکھا ہے

''ہر جگو جگ بھگت اپایا پیج رکھدا آیا رام راجے''

یعنی خدا تعالیٰ ہر زمانے میں ہی نیک لوگوں کو بھیجتا اور ان کی مدد کرتا رہا ہے۔ پھر لکھا ہے ''دنیا میں اختلافات رونما ہوں گے تو قاضی کرشن جی مہاراج کا ظہور ہوگا جو حی الٰہی کے ماتحت فیصلہ کریں گے اور اپنی قوتِ قدسیہ سے تمام دنیا پر چھا جائیں گے'' (رام کلی محلہ پہلا 903)

اسلام میں ایک موعود کی خبر

اسلام میں بھی ایک موعود کے آنے کی خبریں بڑی صراحت کے ساتھ دی گئی ہیں اور بتایا گیا کہ آخری زمانہ میں ایک رجلِ فارسی پیدا ہوگا جو آنحضرت ﷺ کا کامل ظلّ اور بروزِ روحانی ہوگا اس کا آنا گویا آپ ﷺ کا ہی دوبارہ ظہور ہوگا جیسا کہ قرآنِ کریم میں سورۃ جمعہ میں فرماتا ہے یعنی وہ رحیم خداوہ خدا ہے جس نے امیوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جوان پر اُس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے اگرچہ کہ وہ پہلے اس سے صریح گمراہ تھے اور ایسا ہی وہ رسول جو انکی تربیت کر رہا ہے ایک دوسرے گروہ کی بھی تربیت کرے گا جو انہیں میں سے ہو جائیں گے اور انہیں کے کمالات پیدا کرلیں گے مگر وہ ابھی ان سے ملے نہیں اور خدا غالب اور حکمت والا ہے۔

قرآن کریم میں وَ آخرین منهم لما یلحقو بهم (سورۃ الجمعہ آیت 4) کے الفاظ میں نہ صرف ایک موعود کی خبر دی گئی ہے بلکہ اس آیت کے تمام حروف کے اعداد سے جو 1275 بنتے ہیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا مصداق اس سن میں ظاہر ہوگا۔

پھر قرآنِ کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ آخری زمانہ میں مذہب اسلام بہت سی غلطیوں اور بدعتوں سے پُر ہو جائے گا اور فقراء کے دلوں سے باطنی روشنی جاتی رہے گی۔ دنیا کے لوگ مذہبی جھگڑوں اور لڑائیوں میں مشغول ہو جائیں گے اور ایک قوم دوسری قوم پر مذہبی رنگ میں ایسے حملے کرے گی جیسے ایک موج دوسری موج پر پڑتی ہے اور دوسری لڑائیاں بھی ہوں گی اور اس طرح پر دنیا میں ایک بڑا تفرقہ پھیل جائے گا اور بڑی پھوٹ اور بغض اور کینہ لوگوں میں پیدا ہو جائے گا۔ تب خدا آسمان سے اپنی قرناء میں آواز پھونک دے گا۔ قرناء سے مراد وہ موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے خدا ایک ایسی آواز دنیا کو پہنچائے گا جو اس آواز کے سننے سے سعادت مند لوگ ایک ہی مذہب یعنی اسلام پر اکٹھے ہو جائیں گے اور تفرقہ دور ہو جائے گا اور مختلف قومیں دنیا کی ایک ہی قوم بن جائیں گی فرمایا وَ نُفِخَ فِی الصُّورِ فَجَمَعۡنٰهُم جَمۡعًا (سورۃ الکھف آیت 100)

آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی امت میں ایک موعود کی خبر دی ہے آپ فرماتے ہیں کیف انتم اذ انزل فیکم ابن مریم امامکم منکم۔ پھر فرمایا خیر هذة الامّة اوّلها و آخر ها. اولها فیهم رسول الله و آخر ها فیهم عیسی ابن مریم۔ امتِ محمدیہ کا پہلا حصہ اور آخری حصہ بہترین ہے۔ ایک اوّل جس میں رسول اللہ ﷺ ہیں اور ایک آخر جس میں عیسیٰ ابن مریم کا وجود ہے۔ پھر آیت آخرین منهم لمّا یلحقو ا بهم کی شرح کے وقت آنحضرت ﷺ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ فارس کے اصل سے ایک ایسا رجل پیدا ہوگا کہ جب لوگ بباعث شائع ہو جانے فلسفی خیالات اور پھیل جانے دہریت اور ٹھنڈے ہو جانے الٰہی محبت کے ایمانی حالت میں نہایت ضعیف اور نکمے ہو جائیں گے تب خدا اس کے ہاتھ سے اور اُس کے وجود کی برکت سے دوبارہ حقیقی ایمان لوگوں کے دلوں میں پیدا کرے گا۔ گویا گمشدہ ایمان پھر آسمان سے نازل ہوگا۔

پھر آخری زمانہ کی نسبت جب کہ اس موعود نے ظاہر ہونا تھا قرآن کریم میں یہ خبریں بھی دی گئی تھیں کہ پہاڑ اڑا دئے جائیں گے۔ زمین پر اکثر نہریں جاری ہو جائیں گی اور کتابیں اور رسالے بہت سے دنیا میں شائع ہوں گے۔ اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ ملاقاتوں کے لئے راہیں کھل جائیں گی۔ زمین سے بہت سی کانیں اور مخفی چیزیں نکلیں گی اور آسمان پر کسوف و خسوف ہوگا اور زمیں پر طاعون پھیل جائے گی۔ اسی طرح دوسری وبائی بیماریاں پھوٹ پڑیں

گی۔قحط پڑیں گے، زلزلے آئیں گے اور کثرت سے ستارے آسمان سے گریں گے۔

حضرت احمد سرہندی جنہیں بارھویں صدی کا مجدد مانا جاتا ہے، نے اپنے مکتوبات میں بڑی صراحت کے ساتھ ایک آنے والے کا تذکرہ فرمایا ہے اور ایک ایسی بات تحریر فرمائی ہے جو ایک پیش گوئی کا رنگ رکھتی ہے۔آپ فرماتے ہیں''آنحضرت ﷺ کے رحلت فرمانے سے ہزار اور چند سال کے بعد ایک ایسا زمانہ آرہا ہے کہ حقیقتِ محمدی اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے متحد ہو جائے گی اور اُس وقت حقیقتِ محمدی کا نام حقیقتِ احمدی ہو جائے گا اور ذاتِ احمد جل سلطانہٗ کا مظہر بن جائے گی اور دونوں اسم مبارک اپنے مسمّٰی کے ساتھ متحقق ہو جائیں گے''(مکتوباتِ امام ربانی مکتوب نمبر 209 دفتر اوّل حصہ سوم صفحہ 141)

الغرض دنیا میں پائے جانے والے تمام مذاہب ایک اوتار، ایک مصلح، ایک مسیحا اور ایک مہدی کا انتظار کر رہے تھے۔

وَ اذا الرسل اُقّتت

سوال پیدا ہوتا ہے کیا ہر مذہب اور ملّت کے لئے الگ الگ اوتار اور پیغمبر آئے گا۔اس کا جواب قرآنِ کریم میں جو خدا تعالیٰ کا سچا کلام ہے یوں دیا گیا ہے وَ اذا الرسل اُقّتت(سورۃ المرسلات آیت 12) کہ آخری زمانہ میں رسولوں کو ایک ہی وجود میں شامل کر دیا جائے گا۔وہ آنے والا امتِ محمدیہ سے ہی ایک فرد ہوگا مگر اُس کی رسالت میں گذشتہ تمام انبیاء کی رسالت بھی شامل ہوگی۔اُس ایک وجود کے کئی روپ ہوں گے اور ہر قوم اس کے جاری کردہ چشمہ سے سیراب ہوگی۔ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ قول بھی لنا له رجل من ابناء الفارس اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ آنے والا ایک ہی وجود ہوگا۔باوجودیکہ آنحضرت ﷺ نے اُس کے آنے کو اپنا ظہور قرار دیا۔باوجودیکہ اُس کو عیسیٰ ابن مریم کے نام سے یاد فرمایا، باوجودیکہ اماماً مہدیاً فرمایا لیکن حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر لنا لهٗ رجل من ابناء الفارس فرما کر ثابت فرما دیا کہ وہ ایک ہی وجود ہوگا۔

موعود اقوام عالم کون ھے؟

مندرجہ بالا مذاہب کی پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے آخری دور میں کسی سچے وجود کا ظہور ہونے والا ہے۔ہندو کہتے ہیں کہ کرشن کا ظہور ہوگا۔سکھوں کا یقین ہے کلکی اوتار ہوگا۔عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح خدا سے ہو کر ایک انسان کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔مسلمان ایک امام مہدی اور پرانے عیسیٰ کے منتظر ہیں۔سوال پیدا ہوتا ہے وہ کون ہے اور کس مذہب سے ہوگا اور کیا وہ ایک ہی وجود ہوگا یا سب آنے والے الگ الگ وجود ہوں گے۔یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ اگر سب انبیاء کا دوبارہ نزول ہو گیا یا ان کی طرف سے ہر مذہب کے لئے ایک مصلح ظاہر ہوا تو دنیا میں ایک شور برپا ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ بجائے صلح اور امن و آشتی کے ایک نہ ختم ہونے والا جنگ و جدل کا سلسلہ شروع ہو جائے۔

آج تک دنیا میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ سب مذاہب کے لئے ان کی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا میں بھجوایا گیا ہے تا کہ تمام بنی نوع انسان کو ایک خدا کی طرف رہنمائی کر سکے سوائے ایک روحانی وجود کے۔حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے عین چودھویں صدی کے سر پر خدا تعالیٰ سے اذن پا کر یہ دعویٰ فرمایا کہ میں محمد عربی ﷺ کا وہ موعود فرزند اور کامل غلام ہوں جو نہ صرف اسلام کے احیاءِ نو کے لئے مبعوث ہوا ہے بلکہ میں ہی وہ موعود ہوں جسے جملہ مذاہبِ عالم کے موعود مصلحین کی نمائندگی سونپی جانی تھی۔آپؑ نے فرمایا کہ میں ہندوؤں کا کرشن بھی ہوں اور عیسائیوں کا موعود مسیح بھی اور تمام دیگر مذاہب کے اُن آئمہ کا نمائندہ بھی ہوں جن کا صدیوں سے انتظار کیا جا رہا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ یقیناً اور یقیناً اس قابل ہے کہ سعید الفطرت لوگ اس پر سنجیدگی سے غور کریں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر قوم کو مخاطب کر کے اپنے مقام کی خبر دی۔آپؑ مسلمانوں اور ہندوؤں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں''واضح ہو کہ میرا اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔اور جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔اور میں عرصہ بیس برس سے یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہو گئی ہے۔جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ روحانی حقیقت کے رو سے میں وہی ہوں۔یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تُو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔میں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اِس کو سُن کر فی الفور یہ کہیں گے کہ ایک کافر کا نام اپنے اوپر لے کر کفر کو صریح طور پر قبول کر لیا ہے۔لیکن یہ خدا کی وحی ہے جس کے اظہار کے بغیر میں رک نہیں سکتا اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو میں پیش کرتا ہوں کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں وہ کسی ملامت کرنے والی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

اب واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے در حقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور بااقبال تھا جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔وہ اپنے زمانہ کا در حقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔وہ خدا کی محبت سے پُر تھا اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اُس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ ہے کرشن رودّر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اُس کا مظہر ہوں۔(روحانی خزائن جلد 20 لیکچر سیالکوٹ صفحہ 229-228)

اسی طرح آپ اپنے دعویٰ کے متعلق فرماتے ہیں''خدا کے دفتر میں صرف عیسیٰ ابن مریم کے نام سے موسوم نہیں بلکہ اور بھی میرے نام ہیں جو آج سے چھبیس برس پہلے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرے ہاتھ سے لکھا دیئے ہیں اور دنیا میں کوئی نبی نہیں گذرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے میں آدمؑ ہوں۔میں نوحؑ ہوں۔میں ابراہیمؑ ہوں۔میں اسحاقؑ ہوں۔میں یعقوبؑ ہوں۔میں اسماعیلؑ ہوں۔میں موسیٰؑ ہوں۔میں داؤدؑ ہوں۔میں عیسیٰ ابن مریم ہوں۔میں محمد ﷺ ہوں یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء فرمایا

یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرایوں میں۔سو یہ ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے اور ہر ایک نبی کی صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو۔مگر خدا نے یہی پسند کیا کہ سب سے پہلے ابن مریم کے صفات مجھ میں ظاہر کرے۔سو میں نے اپنی قوم سے وہ سب دکھ اٹھائے جو ابن مریم نے یہود سے اٹھائے بلکہ تمام قوموں سے اٹھائے۔یہ سب کچھ ہوا مگر پھر خدا نے کسرِ صلیب کے لئے میرا نام مسیح قائم رکھا تا جس صلیب نے مسیح کو توڑا تھا اور اُس کو زخمی کیا تھا دوسرے وقت میں مسیح اُس کو توڑے مگر آسمانی نشانوں کے ساتھ نہ انسانی ہاتھوں کے ساتھ کیونکہ خدا کے نبی مغلوب نہیں ہو سکتے۔سو سنہ عیسوی کی بیسویں صدی میں پھر خدا نے ارادہ فرمایا کہ صلیب کو مسیح کے ہاتھ سے مغلوب کرے''(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 87-84)

دانیال نبی کی پیش گوئی

دانیال نبی کی پیش گوئی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلا فرماتے ہیں''اس پیشگوئی میں مسیح موعود کی خبر ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔سو دانیال نبی نے اُس کا یہ نشان دیا ہے کہ اُس وقت سے جو یہودی اپنی رسم قربانی سوختنی کو چھوڑ دیں گے اور بدچلنیوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ایک ہزار دو سو نوے سال ہوں گے جب مسیح موعود ظاہر ہوگا۔سو اِس عاجز کے ظہور کا یہی وقت تھا کیونکہ میری کتاب براہین احمدیہ صرف چند سال بعد میرے مامور اور مبعوث ہونے کے چھپ کر شائع ہوئی ہے اور عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرفِ مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔پھر سات سال بعد کتاب براہینِ احمدیہ جس میں میرا دعویٰ مسطور ہے تالیف ہو کر شائع کی گئی جیسا کہ میری کتاب براہین احمدیہ کے سرورق پر شعر لکھا ہوا ہے

از بس کہ یہ مغفرت کا دکھلاتی ہے راہ

تاریخ بھی یا غفور (1297) نکلی واہ واہ

سو دانیال نبی کی کتاب میں جو ظہورِ مسیح موعود کے لئے بارہ سو نوے برس لکھے ہیں ۔اس کتاب براہین احمدیہ میں میری طرف سے مامور اور منجانب اللہ ہونے کا اعلان ہے صرف سات برس اس تاریخ سے زیادہ ہیں جن کی نسبت میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ ان سات برس سے پہلے کا ہے یعنی بارہ سو نوے کا۔پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال نبی تیرہ سو پینتیس برس لکھتا ہے۔جو خدا تعالیٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔اور یہ پیشگوئی ظنی نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی جو مسیح موعود کے بارہ میں انجیل میں ہے اس کا اس سے توارد ہو گیا ہے اور وہ بھی یہی زمانہ مسیح موعود کا قرار دیتی ہے چنانچہ اس میں مسیح موعود کے زمانہ کی علامتیں یہ لکھی ہیں کہ ان دنوں میں طاعون پڑے گی لڑائیاں ہوں گی اور چاند اور سورج کسوف خسوف ہوگا۔پس اس میں کیا شک ہے کہ جس زمانہ کے آثار انجیل ظاہر کرتی ہے اسی زمانہ کی دانیال بھی خبر دیتا ہے اور انجیل کی پیشگوئی دانیال کی پیشگوئی کو قوت دیتی ہے۔(روحانی خزائن جلد22 حقیقۃ الوحی صفحہ 208-207)

پس حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ایسے وقت میں ظاہر ہوئے جو الٰہی نوشتوں کے مطابق ایک موعودِ اقوامِ عالم کے مبعوث ہونے کا وقت تھا۔خدا تعالیٰ نے آسمان سے بھی آپؑ کے لئے نشانات ظاہر فرمائے اور زمین سے بھی اور زمانہ نے بھی آپؑ کے حق میں گواہی دی۔چودھویں صدی کے سر پر آپؑ کا ظہور ایک ایسا زبردست نشان ہے جو اکیلا ہی آپؑ کی صداقت کے لئے کافی ہے۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں

اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

قرآن کریم، رسول مقبول ﷺ اور گذشتہ انبیاء خاص طور پر دانیالؑ نبی نے آپؑ کا ظہور چودھویں صدی کے سر پر متعین فرمایا ہے اور خدا نے یہ ایسا زبردست توارد فرمایا کہ قرآن کریم کی جس آیت (سورۃ الجمعہ آیت 4) میں آپؑ کے ظہور کی خبر ہے اس کے عدد 1275 بنتے ہیں۔آنحضرت ﷺ کی حدیث الآیات بعد المائتین میں بھی تیرھویں صدی کے اواخر کا ذکر ہے۔دانیال نبی نے ظہور کا یہی زمانہ بیان فرمایا۔آپؑ کے نام مرزا غلام احمد قادیانی کے عدد بھی 1300 بنتے ہیں۔حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں ''چند روز کا ذکر ہے اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں یہ عاجز بھی داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح موعود ہے جو کہ تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ نام ہے غلام احمد قادیانی 1300 اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا غلام احمد نام نہیں بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں''میں صرف یہ نہیں کہتا میں اگر جھوٹا ہوتا تو ہلاک کیا جاتا بلکہ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ موسیٰ عیسیٰ اور داؤد اور آنحضرت ﷺ کی طرح سچا ہوں اور میری تصدیق کے لئے خدا نے دس ہزار سے زیادہ نشان دکھلائے ہیں۔قرآن نے میری گواہی دی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے میری گواہی دی ہے۔پہلے نبیوں نے میرے آنے کا زمانہ متعین کر دیا ہے کہ جو یہی زمانہ ہے اور قرآن بھی میرے آنے کا زمانہ متعین کرتا ہے کہ جو یہی زمانہ ہے اور میرے لئے آسمان نے بھی گواہی دی اور زمین نے بھی اور کوئی نبی نہیں جو میرے لئے گواہی نہیں دے چکا۔(روحانی خزائن جلد19 صفحہ 96)

مسیح موعود کے آنے کی عظیم غرض یہی تھی کہ اس کے آنے سے دنیا بھر سے فاسد عقائد اور شرک اور جھوٹے خداؤں کا خاتمہ ہو جائے اور دنیا میں صرف ایک ہی مذہب اور ایک ہی دین اور ایک ہی پیشوا ہو۔اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں''میں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹادے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے وہ فعّال لما یُرید ہے۔مسلمانو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دی ہے اور میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے اب اس بات کو سننا نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے۔یہ سچی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو موعود آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں اور یہ بھی پکی بات ہے کہ اسلام کی زندگی عیسیٰ کے مرنے میں ہے۔''(روحانی خزئن جلد20 صفحہ 290)

ذکرِ حبیب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق الٰہی اور عشقِ رسول

(ملک محمد اکرم)

انبیاء روزِ آفرینش سے خدا تعالیٰ کی محبت کے گہوارے میں پلتے ہیں اور اُن کی ہر حرکت اور سکون، جینا اور مرنا خدا تعالیٰ کی محبت کے تابع ہوتا ہے۔خدا تعالیٰ کی محبت اُن کے رگ و پے میں اس طرح رچ بس گئی ہوتی ہے کہ وہ ان کی فطرت کا ایک لازمی جزو ہو جاتی ہے۔دنیا کی کوئی طاقت، مصائب یا زلازل اُس محبت کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتے۔وہ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرتاپا غرق ہو کر ایک نئی ابدی زندگانی پا جاتے ہیں۔خدا تعالیٰ کی توحید کے لئے وہ ایک بے مثال غیرت رکھتے ہیں اور دنیا کی کوئی قوت انہیں اس راہ سے ہٹا نہیں سکتی۔خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی توحید کے لئے غیرت ہر نبی کی زندگی میں دکھائی دیتی ہے مگر اس کا کامل نمونہ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مبارک زندگی میں دکھائی دیتا ہے۔وہ لوگ جنہوں نے قریب سے اُس محبت کا مشاہدہ کیا وہ بے اختیار پکار اٹھے عَشِقَ مُحمدٌ رَبَّهٗ کہ محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔

یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی کے ہر پہلو پر غالب دکھائی دیتا ہے۔ایک طرف خدا تعالیٰ کی محبت آپؑ کی جان اور روح کی غذا تھی اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کے محبوب رسولِ مقبول محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت آپ کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔آپؑ کی زندگی کا ہر لمحہ عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول میں اس طرح ڈوبا ہوا تھا کہ آپؑ کی ہر حرکت اور سکون، گفتگو اور تقریر، نثر اور نظم سے وہ عشق اس طرح عیاں تھا کہ دیکھنے والے ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے تھے۔ان دونوں محبتوں کا لازمی نتیجہ دینِ مصطفیٰ کی محبت اور اس کے لئے درد تھا جو آپؑ کے دل میں اس طرح جاگزیں تھا کہ ساری زندگی اسلام کی آبیاری اور خدمت میں گذار دی اور دشمنانِ اسلام کے مقابل پر ایک فتح یاب جرنیل قرار پائے اور اپنے بعد ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جس کا ایک ہی نصب العین ہے کہ دنیا بھر میں اسلام تمام مذاہب پر غالب آئے۔

اسلام کے نور کے ظاہر ہونے کے بعد اب خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اُس کے رسول ﷺ کی کامل پیروی کی جائے اور اُس اتباع کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی محبت کی بشارت دی گئی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران 32) یعنی تو کہہ کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔اس صورت میں وہ بھی تم سے محبت کرے گا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حکم خداوندی کے تحت اپنے آقا و مولا سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قدم قدم پر اس طرح پیروی کی سعادت پائی کہ ارشادِ باری تعالیٰ کے مصداق بن گئے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو امام الزمان بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

یہی امر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس طرح کھولا گیا کہ حضور کو 1882ء میں "الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاءِ اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیاءِ دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاءِ اعلیٰ میں شخص مُحیٖ کے تعیّن ظاہر نہیں ہوئی" (براہین احمدیہ حصہ چہارم) پھر فرمایا "اسی اثناء خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیٖ کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اُس نے کہا هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسول ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے" (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 503)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا۔اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے"۔پھر آپ فرماتے ہیں "اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا۔اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر اعمال ہوتے تو پھر بھی میں یہ شرفِ مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا"۔(تجلیاتِ الٰہیہ)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود کوئی الگ وجود نہیں۔آپؑ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے کامل بروز اور ظل ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا کہ يدفن معي في قبري یعنی مسیح موعود میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوگا۔پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے آپؑ قدم قدم پر آنحضرت ﷺ کے نقشِ پا کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔اس مختصر مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے تین پہلوؤں یعنی عشقِ الٰہی، عشقِ رسولؐ اور اسلام کے لئے محبت کا ایک جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

عشقِ الٰہی

جس طرح سیّدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایسی محبت تھی کہ اہلِ مکہ نے کہنا شروع کر دیا کہ محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا

ہے۔یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت مبارک میں دکھائی دیتا ہے اور آپؑ اپنے ربِّ کریم کی محبت میں سرتاپا غرق نظر آتے ہیں۔آپؑ کی محبتِ الٰہی کا اظہار آپؑ کی نمازوں،عبادات،ذکرِ الٰہی اور دعاؤں سے خوب عیاں نظر آتا ہے۔فرض نمازوں کے علاوہ راتوں کو آپؑ اللہ تعالیٰ کی گہری محبت سے سرشار ہوکر نہایت خشوع وخضوع سے لمبی اور خوبصورت نماز پڑھا کرتے تھے۔جس طرح آپؐ کے آقا ﷺ ایک غار میں اپنے اوقات ذکرِ الٰہی اور عبادات میں گذارا کرتے تھے بعینہٖ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دن اور رات مسجد اور تنہائی میں بسر کرتے اور خداوند کریم سے راز ونیاز میں وقت بسر کرتے۔

ایک دفعہ ایک رئیس نے حضرت مسیح موعودؑ کے والدِ ماجد سے پوچھا کہ ''سنتا ہوں کہ آپ کا ایک چھوٹا لڑکا بھی ہے مگر ہم نے اُسے کبھی دیکھا نہیں۔اس پر آپؑ کے والدِ گرامی نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ہاں میرا ایک چھوٹا لڑکا تو ہے مگر وہ تازہ شادی شدہ دلہنوں کی طرح کم ہی نظر آتا ہے۔اگر اُسے دیکھنا ہو تو مسجد کے کسی گوشہ میں جا کر دیکھ لیں۔وہ تو مسیتڑ ہے،اکثر مسجد میں ہی رہتا ہے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے خواہ وہ منظوم ہو یا نثر،عربی ہو یا فارسی یا اردو،اس گہری محبت کا اظہار ہوتا ہے جو آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تھا۔جوانی میں عام طور انسان اپنے شباب کی وجہ سے مختلف امنگیں رکھتا ہے اور دنیاوی عزت اور آسائشوں کا خواہاں ہوتا ہے مگر آپؑ اپنے ایک شعر میں خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں

در دوعالم مرا عزیز توئی

وآنچہ میخواہم از تو نیز توئی

دونوں جہانوں میں میرا تو بس تو ہی محبوب ہے اور میں تجھ سے جو کچھ مانگتا ہوں وہ تیری ہی ذات ہے اور میں تیرے ہی وصال کا آرزومند ہوں۔اسی طرح اپنی ایک تحریر میں اپنے محبوب خدا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اے خدا میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے اس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسا کہ ایک شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے اچھلتا ہے''(تریاق القلوب)اسی طرح اپنے منظوم کلام میں خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں''اے وہ کہ تجھ پر میرا سر اور میری جان اور میرا دل اور میرا ہر ذرّہ قربان ہے،تو اپنے رحم وکرم سے میرے دل پر اپنے عرفان کا ہر رستہ کھول دے۔وہ فلسفی تو دراصل عقل سے کورا ہے جو تجھے عقل کے ذریعہ تلاش کرتا ہے کیونکہ تیرا پوشیدہ رستہ عقلوں سے دور اور نظروں سے مستور ہے۔یہ سب لوگ تیری مقدس بارگاہ سے بے خبر ہیں۔تیرے دروازہ تک جب بھی کوئی پہنچا ہے تو صرف تیرے احسان کے نتیجہ میں پہنچا ہے''۔

عاشقانِ روئے خود را ہر دوعالم مدہی

ہر دوعالم ہیچ پیش دیدۂ غلمانِ تو

تو بے شک اپنے عاشقوں کو دونوں جہاں بخش دیتا ہے مگر تیرے غلاموں کی نظر میں دونوں جہانوں کی کیا حقیقت ہے وہ تو صرف تیرے منہ کے بھوکے اور تیرے وصال کے طلبگار ہوتے ہیں۔خدا تعالیٰ کے بندے صرف اپنے لئے خدا تعالیٰ کی عنایات کے خواہشمند نہیں ہوتے بلکہ ان کے پیشِ نظر یہ ہوتا ہے کہ خدا کو اس کی مخلوق پہچانے اور اس کی توحید کا دنیا میں بول بالا ہو۔آپ اپنے خدا سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں''دیکھ!میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ ایک پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔سو میں تیری قدرت کا خواہشمند ہوں لیکن نہ صرف اپنے لئے اور نہ اپنی ذات کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں''۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل پر خدا تعالیٰ جلوہ گر ہوا اور آپؑ کا دل موسیٰ کا طور بن گیا اور خدا تعالیٰ کی محبت آپ کے رگ وریشہ میں پھیل گئی۔آپؑ فرماتے ہیں''میں تجھے اپنی اُس محبت کے پودے کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جو میں نے تیرے لئے اپنے دل کی گہرائیوں میں لگا رکھا ہے کہ تو میرے برّیت کے لئے باہر نکل آ۔ہاں ہاں،اے وہ جو میری پناہ اور میرا سہارا اور میری حفاظت کا قلعہ ہے وہ محبت کی آگ جو تو نے اپنے ہاتھ سے میرے دل میں روشن کی ہے اور جس کی وجہ سے میرے دل و دماغ میں تیرے سوا ہر دوسرا خیال جل کر راکھ ہو چکا ہے''(ترجمہ فارسی کلام از حقیقۃ المہدی)

جب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کا ذاتی اور زندہ تعلق نہ ہو وہ توکل کی بلند ترین چوٹی تک نہیں پہنچ سکتا۔سیّدنا حضرت نبی کریم ﷺ کو اپنے رب کے ساتھ یہی تعلق تھا جس وجہ سے اپنے رب پر آپ کو کامل بھروسہ اور توکل تھا۔یہاں تک کہ جب دشمن آپ کو گرفتار کرنے کے لئے غار کے منہ تک پہنچ گیا اور ان کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور حضرت ابوبکرؓ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا تو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کیسے یقین سے فرمایا کہ اے ابوبکر!لا تحزن ان اللہ معنا یعنی گھبراؤ نہیں۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔اس وعدہ الٰہی پر کہ واللہ یعصمک من النّاس پر کتنا توکل تھا کہ آپ کو کبھی ذرّہ بھر گھبراہٹ نہ ہوئی۔بعینہٖ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے رب پر مکمل بھروسہ اور توکل تھا اور کوئی خوف اور کوئی خطرہ بھی آپؑ کے پائے ثبات میں ذرّہ بھر بھی لغزش پیدا نہ کر سکا۔

1904-1905 میں مولوی کرم دین والے مقدمہ میں یہ اطلاع ملی کہ ہندو مجسٹریٹ کی نیت ٹھیک نہیں اور وہ آپؑ کو قید کرنے کی داغ بیل ڈال رہا ہے تو آپؑ اُس وقت ناسازی طبیعت کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے۔یہ الفاظ سنتے ہی بڑے جوش کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑے جلال کے ساتھ فرمایا''وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے''۔چنانچہ آپؑ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں

ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت مرزا البشیر احمد صاحبؓ احباب جماعت کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں''دوستو! میں خدا کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے نظیر محبت اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ خدا کی لازوال محبت کی ایک بہت چھوٹی سی جھلک آپ کو دکھا رہا ہوں۔اب اس بیج کو اپنے دلوں میں پیدا کرنا اور پھر اس پودے کو خدائی محبت کے پانی سے پروان چڑھانا آپ لوگوں کا کام ہے۔قرآن کے اس زرّیں ارشاد کو کبھی نہ بھولو کہ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (بقرۃ 166) یعنی مومنوں کے دلوں میں خدا کی محبت سب دوسری محبتوں پر غالب ہونی چاہیئے۔''

عشق رسول ﷺ

اب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرتِ مبارکہ کے ایک اور اہم پہلو کا ذکر پیش ہے اور وہ ہے آپؑ کا عشقِ رسول ﷺ۔اس میدان میں بھی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام عدیم المثال ہے۔آپؑ اپنے ایک شعر میں اپنے دل کی کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنی میں خدا کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق میں مخمور ہوں۔اگر میرا یہ عشق کسی کی نظر میں کفر ہے تو خدا کی قسم میں ایک سخت کافر ہوں۔آپؑ کے صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ بیان فرماتے ہیں''میں نے ایک دن مر کر خدا کو جان دینی ہے۔میں آسمانی آقا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دیکھنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے ذکر پر بلکہ محض نام لینے پر ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلی نہ آ گئی ہو۔آپؑ کے دل و دماغ بلکہ جسم کا رواں رواں اپنے آقا حضرت سرورِ کائنات فخر موجودات کے عشق سے معمور تھا''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے آقا سیّدنا و سیّد المطہرین خاتم النبیین سرورِ کائنات،فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ دلی عشق کا اظہار ان الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔آپؑ اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں تحریر فرماتے ہیں''اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم ﷺ کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلّت سے جان سے مارتے اور تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دُکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم کی گئی،دُکھا''۔

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ اپنے بڑے بھائی خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب جو کہ آپ کی بڑی والدہ سے تھے اور ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور تک احمدی نہ ہوئے تھے اور حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت پائی ،کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ میرے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے......آنحضرت ﷺ سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا''۔حقیقت بھی یہی ہے۔اپنی دلی کیفیت اور قلبی حالت کو حضورؑ یوں بیان فرماتے ہیں''عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول ﷺ کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اِس دجل کے ذریعہ ایک خلقِ کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ اِن لوگوں کے اِس ہنسی ٹھٹا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر کی ذاتِ والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مُرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔پس اے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اِس ابتلاءِ عظیم سے نجات بخش'' (آئینہ کمالاتِ اسلام)

پنڈت لیکھرام جو ایک مشہور آریہ لیڈر تھا اور آنحضرت ﷺ کی شان میں بڑی بے باکی سے گستاخانہ باتیں تحریر کیا کرتا تھا اس کا ایک واقعہ ایسا ہے کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اپنے آقا سرورِ کائنات کے نام کے لئے کس قدر غیرت تھی۔ایک مرتبہ حضور علیہ السلام لاہور کے ریلوے سٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں تھے اور وضو فرما رہے تھے کہ ادھر سے پنڈت لیکھرام آ گیا۔جب اُسے حضور علیہ السلام کا پتہ لگا تو سلام کرنے کے لئے آ گیا اور ہاتھ جوڑ کر آریوں کے طریق پر سلام کیا۔حضرتؑ نے یوں ہی نظر اٹھا کر سرسری طور پر دیکھا اور کوئی جواب نہیں دیا اور وضو کرنے میں مصروف رہے۔اُس نے سمجھا کہ شاید سنا نہیں اس لئے پھر سلام عرض کیا مگر حضورؑ بدستور وضو میں مصروف رہے۔وہ کچھ دیر ٹھہر کر چلا گیا تو کسی نے عرض کیا کہ لیکھرام سلام کرتا تھا۔اس پر حضورؑ نے فرمایا اُس نے آنحضرت ﷺ کی بڑی توہین کی ہے۔میرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس

کا سلام لوں۔ آنحضرت ﷺ کی پاک ذات پر تو حملے کرتا ہے اور مجھ کو سلام کرنے آیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی میں بے شمار ایسے مواقع پیش آئے کہ مخالف لوگوں نے آپؑ کے سامنے بیٹھ کر گالیاں دیں اور بے حد بُرا بھلا کہا مگر ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؑ نے انہیں ان کی دشنام کا جواب دیا ہو بلکہ ہمیشہ مسکرا کر عفو و کرم کا اظہار کیا۔ مگر جب بھی معاملہ آنحضرت ﷺ کی شان کے خلاف ہوتا تو آپ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ایک واقعہ اُس وقت کا ہے کہ جب ابھی کوئی دعویٰ نہ تھا اور ابھی براہین احمدیہ تصنیف نہیں ہوئی تھی۔ ایک دفعہ آپ اپنے چچا مرزا غلام حیدر کے ہاں مہمان تھے کہ دوران گفتگو ان کی اہلیہ یعنی آپؑ کی چچی کے منہ سے آنحضرت ﷺ کی شان میں بے ادبی کا کلمہ نکل گیا۔ آپ اپنے بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے مگر اس وقت آپؑ کا چہرہ غصہ سے تمتمارہا تھا اور آپ کو اس قدر رنج تھا کہ کھانا چھوڑ کر تشریف لے گئے اور ان کے ہاں کا کھانا پینا ترک کر دیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوائل جوانی سے آپؑ نبی کریم ﷺ کے لئے کس قدر غیرت رکھتے تھے۔

اس عشق کو آپؑ اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں

ہر تار و پودِ من بسراید بعشقِ او
از خود تھی و از غم آں دلستاں پرم

یعنی میرے ہر رگ و ریشہ میں آنحضرت ﷺ کا عشق رچ گیا ہے اور اپنی خواہشات سے خالی اور اس محبوب کے غم سے پُر ہوں۔ اسی طرح اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یوں ہے ''مجھے مصطفیٰ کی ذات سے ایسا عشق ہے کہ میرا دل ایک پرندہ کی طرح اڑ کر مصطفیٰ کی طرف جاتا ہے۔ جب سے مجھے اس کے حسن کی خبر دی گئی ہے میرا دل اس کے عشق میں بے قرار رہتا ہے۔ میں اس دلبر کا چہرہ دیکھ رہا ہوں اگر کوئی اسے دل دے تو اس کے مقابلہ پر اپنی جاں نثار کر دوں۔ وہی روح پرور شخص تو میرا ساقی ہے جو ہمیشہ جامِ شراب سے مجھے سرشار رکھتا ہے۔ یہ میرا چہرہ اس کے چہرہ میں محو اور گم ہو گیا اور میرے مکان اور کوچہ سے اسی کی خوشبو آ رہی ہے۔ از بسکہ میں اس کے عشق میں غائب ہوں میں وہی ہوں، میں وہی ہوں، میں وہی ہوں۔ میری روح اس کی روح سے غذا حاصل کرتی ہے اور میرے گریباں سے وہی سورج نکل آیا ہے۔ احمد کی جان کے اندر احمد ظاہر ہو گیا اس لئے میرا وہی نام ہو گیا جو اس لاثانی انسان کا نام ہے۔

اسلام کے لئے درد اور عشق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک اور دلکش پہلو بیان کیا جاتا ہے جو اسلام کے ساتھ بے پناہ محبت اور خدمتِ دین کے بے پایاں جذبہ سے متعلق ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آغازِ جوانی سے مسجد کے کونہ میں بیٹھ کر عبادتِ الٰہی اور اسلام پر غور و فکر میں دن رات بسر فرماتے تھے اور اسلام پر کئے جانے والے حملوں کا بہت دکھ اور درد اور رنج رہتا تھا اور ہر وقت خداوند کریم سے مدد و نصرت کے طلبگار رہتے تھے۔ اپنی اس دلی کیفیت کو اپنی ایک فارسی نظم میں یوں بیان فرماتے ہیں

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین
ایں دو فکرِ دینِ احمد مغز جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دن رات اسی فکر میں رہتے تھے کہ اسلام کو سرفرازی حاصل ہو اور خداوند قدوس اپنے فضل سے پھر عالم پر فتح عطاء فرمائے۔ آپؑ خود دن رات خدمتِ دین میں مصروف رہتے۔ نہ اپنی صحت کا خیال اور نہ اپنے آرام کی پرواہ۔ بس فکر تھا تو صرف ایک ہی کہ دینِ متین کو سرفرازی نصیب ہو۔ اپنے مولا کریم کے حضور آپؑ یوں فریاد کرتے ہیں

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن ، میں ہو گیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
یاالٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اِس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

ان اشعار میں اسلام کی حالت کو دیکھ کر کس قدر تڑپ کا اظہار ہو رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ شاعر ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں لیکن جن لوگوں نے قریب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ صرف شعر و شاعری کی دنیا کی بات نہیں۔ آپؑ کی زندگی کا ہر لمحہ اسی درد سے بیتاب رہتا تھا کہ کسی طرح دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو اور دنیا اسلام کے نور سے منوّر ہو۔ ایک قریب سے جاننے والے اور دیکھنے والے کی روایت حضورؑ کے اس درد کی کیفیت کو یوں پاتی ہے۔ مولوی فتح دین صاحب دھرم کوٹی بیان کرتے ہیں کہ ''میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور اکثر حاضر رہا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضورؑ کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بیقراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں جیسے کہ ماہی بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدتِ درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اُس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ

حالت جاتی رہی۔صبح اس واقعہ کا حضور علیہ السلام سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے۔کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا دردِ گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ''میاں فتح دین کیا تم اُس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اِس وقت اسلام پر آ رہی ہیں، اُن کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔''

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اپنی کتاب ''ذکرِ حبیب'' میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حضورؑ کے کمرے میں بیٹھا تھا کہ باہر سے ایک لڑکا پیغام لایا کہ قاضی آل محمد صاحب آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک نہایت ضروری پیغام لایا ہوں، حضورؑ خود سن لیں۔حضورؑ نے مجھے بھیجا کہ اُن سے دریافت کرو کیا بات ہے۔قاضی صاحب سیڑھیوں میں کھڑے تھے۔میں نے جا کر دریافت کیا۔انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت مولوی محمد احسن صاحب نے بھیجا ہے، ایک نہایت ہی عظیم الشان خوشخبری ہے اور خود حضرت صاحبؑ کو ہی سنانی ہے۔میں نے پھر جا کر عرض کیا کہ وہ ایک عظیم الشان خوشخبری لائے ہیں اور صرف حضورؑ کو ہی سنانا چاہتے ہیں۔حضورؑ نے فرمایا آپ پھر جائیں اور انہیں سمجھائیں کہ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔وہ آپ کو ہی سنا دیں اور آپ آکر مجھے سنا دیں۔میں نے حکم کی تعمیل کی اور قاضی آل محمد صاحب کو سمجھایا کہ وہ خوشخبری مجھے سنا دیں، میں حضرت صاحبؑ کو سنا دیتا ہوں۔تب قاضی صاحب نے ذکر کیا کہ ایک مولوی کا مباحثہ حضرت مولوی محمد احسن صاحب کے ساتھ تھا اور اُس مولوی کو خوب پچھاڑا اور لتاڑا گیا اور شکستِ فاش دی گئی۔میں نے آکر یہ خبر حضرت صاحبؑ کے حضور عرض کی۔حضورؑ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا ''میں نے سمجھا کہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہو گیا ہے''۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؑ کے نزدیک سب سے بڑی خوشی اس میں تھی کہ بلادِ کفر میں اسلام پھیل جائے۔''

اللہ اللہ! کتنی تڑپ تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں کہ اسلام دنیا میں غالب آ جائے اور گمراہی اور ضلالت کی اتھاہ گہرائیوں سے بھٹکی مخلوق کو باہر نکال لیا جائے تا وہ اپنے خداوند کریم کو پہچان سکیں اور اس کے پیغام کو راہِ عمل بنا لیں۔فرمایا ''اگر ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور پھر اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچائیں اور اس میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جائیں۔'' (ملفوظات جلد سوم)

پس اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی حالت کو دیکھا، آپؑ کی دلی کیفیت اور آہ و زاری کو سنا اور خوشخبری عطا فرمائی کہ ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''۔آپؑ کو اس الہام پر کامل یقین تھا اس لئے آپؑ فرماتے ہیں ''دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔'' نیز فرمایا ''وہ دن آتے ہیں کہ سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا......وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا نہ کوئی مصنوعی خدا......تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔مگر مسیح ایک اور بھی ہے جو اس وقت بول رہا ہے۔خدا کی غیرت دکھلا رہی ہے کہ اُس کا کوئی ثانی نہیں مگر انسان کا ثانی موجود ہے'' (اشتہار 14 جنوری 1897)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئیاں خداوند کریم کی طرف سے عطا فرمودہ ہیں جنہیں حضورؑ نے فرمایا تھا کہ سنبھال کر رکھو کہ یہ وقت پر ضرور پوری ہوں گی۔اپنے تو اپنے بلکہ غیر بھی اور غیر بھی وہ جو نہ صرف یہ کہ مسلمان نہ تھے بلکہ کٹر اور شدید معاند تھے، انہیں بھی یقین تھا کہ حضور علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ ضرور پورا ہو گا۔جب تقدیرِ الٰہی کے تحت سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان سے ہجرت فرمائی تو قادیان کے ایک باسی لالہ ملاوامل صاحب جو کہ کٹر آریہ تھے، نے اپنے بیٹے لالہ داتا رام کو بُلا کر نصیحت کی ''دیکھو تم ہرگز احمدیوں کی مخالفت نہ کرنا کیونکہ مرزا صاحب نے پیشگوئی کی ہوئی ہے کہ اُن کی جماعت قادیان پھر واپس آئے گی اور میں دیکھ چکا ہوں کہ جو بات مرزا صاحب کہا کرتے تھے وہ پوری ہو جایا کرتی تھی''

وہ تخم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے بویا گیا اب خدا تعالیٰ کے فضل سے تن آور درخت بن چکا ہے اور اس کی شاخیں دنیا کے ایک سو نوّے ممالک میں پھیل چکی ہیں اور قومیں اس کے نیچے راحت و سکون حاصل کر رہی ہیں۔ہمیں چاہیئے کہ ہم جائزہ لیں کہ ہم نے اُس نور سے کتنا فیض حاصل کیا اور اس کی آبیاری میں ہمارا کتنا حصہ ہے۔دین کی خدمت کے لئے ہم کس قدر وقت صرف کرتے ہیں اور کیا واقعی دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں۔ہمارا نام ''انصاراللہ'' رکھا گیا ہے۔ہمیں سوچنا چاہیئے کہ کیا ہم اس مبارک نام کی لاج رکھتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''اگر انسان چاہتا ہے کہ لمبی عمر پائے تو اپنا کچھ وقت اخلاص کے ساتھ دین کے لئے وقف کرے۔خدا کے ساتھ معاملہ صاف ہونا چاہیئے۔وہ دلوں کی نیّت کو جانتا ہے۔درازیٔ عمر کے واسطے یہ مفید ہے کہ انسان دین کا ایک وفادار خادم بن کر کوئی نمایاں کام کرے۔آج دین کو اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی اُس کا بنے اور اُس کی خدمت کرے۔'' (ذکرِ حبیب صفحہ 117-116)

اعتذار: ماہ ستمبر و اکتوبر کے شمارہ میں سرورق کی تصاویر عمیر علیم صاحب کی فراہم کردہ نہیں تھیں، ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔

یورپ کے لئے ایک نشان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پگٹ کو چیلنج

(ڈاکٹر شمیم احمد)

قرآن کریم میں انبیاء کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب بھی دنیا میں خدا تعالیٰ نے کوئی پیغمبر بھجوایا تو ہمیشہ اس کی مخالفت کی گئی۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ قوم پھولوں کے ہار لے کر اس کے استقبال کو نکلی ہو اور اسے خوش آمدید کہا ہو۔ اس کے برعکس نبیوں کا استقبال ہمیشہ گالیوں اور پتھروں سے کیا جاتا رہا ہے۔۔ مشکلات کی آندھیوں کا سامنا کرنا اور مخالفت کی آگ میں سے گذرنا سنتِ انبیاء ہے۔ نبیوں کو ایک ایسی طاقت، قوّت اور ہمت عطا کی جاتی ہے کہ دنیا کی لعنتیں اور مصائب اُن کے آگے ہیچ ہوتے ہیں۔ کوئی خوف یا خطر اُن کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ اُن کا مقصود صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید دنیا پر ظاہر ہو اور اُس کے نام کا بول بالا ہو۔ اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے ''میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتح یاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔ اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا؟ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اُس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اُس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اُس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اُس کا جلال چمکے اور اُس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اُس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دُکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے''

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
آں منم کاندر میانِ خاک وخوں بینی سرے

(روحانی خزائین جلدنہم صفحہ24-23)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بے شمار معاندین نے دشمنی کی انتہا کر دی۔ دنیاوی وجاہت اور علم وعرفان کے لحاظ سے پہاڑوں جیسی شخصیات نے جب آپؑ کا مقابلہ کیا تو ریزہ ریزہ ہو کر رہ گئے اور اُن کے حالات عبرتناک انجام میں تبدیل کر دئے گئے۔ آج اُن کے نام ونشان بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتے، نہ زندوں میں انہیں تلاش کیا جا سکتا ہے اور نہ مُردوں میں انہیں ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ اُس کے برعکس خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہر میدان میں فتح بخشی اور آپؑ کی جماعت خدا تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق آپؑ کی پیشگوئیوں کے موافق ترقی کی شاہراہوں پر گامزن ہے۔ یہ وہی مضمون ہے جسے قرآنِ کریم میں خدا تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ (سورۃ مجادلہ آیت 132) قرآن کریم کے مطابق سچوں کی نشانی یہی بیان فرمائی گئی ہے کہ اپنے معاندین اور دشمنوں کے مقابل بالآخر وہ کامیاب وکامران اور مظفر ومنصور ہو کر رہتے ہیں اور کوئی طاقت انہیں ناکام نہیں بنا سکتی۔

امریکہ اوریورپ کے دو مخالفین

مسیح موعود کی آمد اور بعثت کا تعلق اسلام کی سربلندی اور دیگر ادیان کے مقابل غلبہ کے ساتھ ہے اس لئے ضروری تھا کہ دنیا بھر میں آپؑ کی مخالفت کی جاتی اور آپؑ کا مقابلہ ہر مذہب کے پیروکاروں سے ہوتا تا کہ ہر ایک کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نشان دکھلایا جا سکتا۔ اس لحاظ سے 1902ء کا سال امریکہ اور یورپ کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ وہ سال ہے جب امریکہ میں ڈوئی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسلام کے مقابلہ پر عیسائیت کو ایک زندہ مذہب ثابت کرنے کی کوشش میں اسلام اور معصوموں کے سردار سیّد المطہرین ﷺ پر زبان درازی کی ہمت کی۔ اُسی سال یعنی 1902ء میں لنڈن میں ایک پادری جان سمتھ پگٹ نے بھی نہ صرف مسیح ہونے کا بلکہ خدائی کا بھی دعویٰ کر دیا۔ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف دشنام طرازی پر اور پگٹ کے دعویٰ الوہیت پر کسی مسلمان کی غیرت جوش میں نہ آئی اور نہ کسی کو توفیق ملی کہ ان دشمنانِ اسلام کے مقابل پر نکلتا۔ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل مضطرب ہو کر اٹھا اور آپؑ کی غیرت جوش میں آئی

اور آپؑ نے اُن دونوں کو مقابلہ کے لئے چیلنج کر دیا۔ خدا تعالیٰ کے حضور آپؑ کی گریہ وزاری مقبول ہوئی اور بشارت دی گئی کہ وہ دونوں ناکام ونامراد اور خائب و خاسر رہیں گے۔ اُن کا وہی انجام ہوا جس کی حضرت مسیح موعودؑ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ اِس مضمون میں پگٹ کے حالات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے نتیجہ میں اُس کی ناکامی ونامرادی کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

ہنری جیمز پرنس

انیسویں صدی عیسوی ایک عجیب دور تھا کہ ایک طرف ہندوستان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک مسیح عین اُن پیشگوئیوں کے موافق آیا جو مختلف مذاہب میں صدیوں سے موجود تھیں اور اپنے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شمار آسمانی نشانوں کی تائید لے کر ظہور پذیر ہوا اور دوسری طرف امریکہ میں ایک اور انگلستان میں دو نے مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اُن میں سے ایک یعنی پگٹ تو مسیح ہونے سے بھی بڑھ کر خدائی کا دعویٰ دار ہو گیا۔

پگٹ کے حالات اور اُس کے دعویٰ کے بیان سے قبل اُس کے پیش رو ہنری جیمز پرنس (1811-1899ء) کا ذکر کرنا مناسب ہوگا کیونکہ اس نے بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ہنری جیمز پرنس انگلستان کے شہر باتھ (Bath) میں پیدا ہوا۔ آغاز میں وہ ایک ڈاکٹر تھا اور 1832ء میں طب کا امتحان پاس کر کے جنرل ہسپتال باتھ میں میڈیکل آفیسر مقرر ہوا۔ بعد میں خرابیٔ صحت کی بناء پر اُس نے اپنے پیشے کو خیر باد کہہ دیا اور 1837ء میں چرچ کے ساتھ منسلک ہو کر بالآخر اینگلیکن پادری بن گیا۔ وہ ایک طاقت ور مقرر تھا اور آہستہ آہستہ اسے یقین ہو گیا کہ اُس کی تقاریر میں روح القدس کی طرف سے قوت اور شوکت ودیعت کی جاتی ہے۔ اُس نے پہلے یہ اعلان کیا کہ وہ ایلیا کا اوتار ہے اور اُس کے بعد مسیح کا ظہور ہو گا۔ چرچ اس کی بعض قابلِ اعتراض باتوں کی وجہ سے پہلے ہی نالاں تھا اس لئے اینگلیکن چرچ نے اسے فارغ کر دیا۔ اس پر اُس نے انگلستان کے ایک اور قصبہ برائیٹن (Brighton) میں اپنا چرچ قائم کر لیا۔ جلد ہی اُس کے گرد امیر لوگوں، خاص طور پر امیر عورتوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا جن کی مالی مدد سے اس نے 1846ء میں سمرسیٹ میں Spaxton کے مقام پر دو سوا ایکڑ اراضی پر محلات کی تعمیر کا کام شروع کر دیا اور اس کا نام "محبت کی فرودگاہ" رکھا۔ اسی دوران اُس نے ایک نئے فرقہ کی بنیاد بھی رکھ لی جس کا نام Agapemone رکھا اور اس کے پیرو کار Agapemonite کہلاتے تھے۔ پہلے اُس نے اپنے آپ کو "محبوبِ خدا" کا لقب دیا مگر بعد میں خود مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو "زمین پر خدا کی رضا کا مظہر" سمجھتا تھا اس لئے وہ خود کو گناہوں سے بالا یقین کرتا تھا یعنی اس کا کوئی فعل بھی گناہ نہیں ہو سکتا تھا اس لئے وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہ تھا۔ اس وجہ سے وہ کئی قسم کے گناہوں میں ملوّث ہوا اور اسے کئی مقدمات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ وہ اپنے پیروکاروں کو "ابدی زندگانی" کی بشارت دیتا تھا اور اسے یقین تھا کہ وہ خود بھی ابدی زندگی کا مالک ہے۔ اگر کوئی مر جاتا تو وہ لوگوں کو یقین دلاتا کہ ایسا شخص یقیناً گناہوں کی پاداش میں مرا ہے۔ بے شمار امیر لوگوں کی مالی امداد کی بناء پر اس نے 1892ء میں شمالی لنڈن کے علاقہ Clapton میں اپنا ایک شاندار چرچ بھی تعمیر کر لیا جس کا نام اس نے "کشتی نوح" رکھا۔ 1899ء میں وہ خود بھی لقمہ اجل بن گیا اور وہ جو دوسروں کو ابدی زندگانی کی بشارت دیتا تھا اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا۔ اُس کے ماننے والوں نے اسے کھڑے ہونے کی حالت میں دفن کیا تا کہ اسے دوبارہ جی اٹھنے میں آسانی رہے۔

جان سمتھ پگٹ

جان سمتھ پگٹ (John Hugh Smyth-Pigott) 1852ء میں پیدا ہوا۔ 1882ء میں کلیسائے انگلستان میں شامل ہو گیا۔ ہنری جیمز پرنس کا ایک پیروکار اسے ڈبلن (آئرلینڈ) میں ملا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ لنڈن میں ہنری جیمز پرنس کے چرچ کے تحت کام کرنا شروع کرے۔ 1892ء میں پگٹ نے ہنری جیمز پرنس کے چرچ میں اس کے فرقہ کے لوگوں سے خطاب کرنا شروع کر دیا۔ آغاز میں وہ کہتا رہا کہ "روح القدس کے پیغامبر" ہنری جیمز پرنس کی پیش گوئی کے مطابق نجات دہندہ مسیح کی آمد قریب ہے۔ ہنری جیمز پرنس کی وفات کے بعد پگٹ کی تقاریر کا انداز بدلنے لگا اور اُس نے کہنا شروع کر دیا کہ مسیح کی آمدِ ثانی موہوم امید نہیں بلکہ ایک یقینی امر ہے۔ بعد میں اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ عین ممکن ہے کہ آنے والا مسیح اُن کے درمیان ہی موجود ہو۔ آخر 9 ستمبر 1902ء کو اتوار کے روز اُس نے حاضرین کو خوش خبری سناتے ہوئے اعلان کیا کہ ہنری جیمز پرنس، مسیحا کی آمدِ ثانی کے لئے راستہ تیار کرنے کے لئے آئے تھے اور انہوں نے جو کچھ بتایا تھا درست تھا۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں وہی یسوع مسیح ہوں جو فوت ہوا اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اُس نے ایک اور قدم آگے بڑھایا اور اپنی الوہیت کا اعلان کر دیا کہ وہ انسان نہیں بلکہ خود خدا ہے (نعوذ باللہ)۔ جب اُس نے دعویٰ الوہیت کیا تو اُس کے فرقہ کے لوگ اُس کے سامنے جھک گئے۔ سینکڑوں لوگ اُس کے دیدار کے لئے دور دراز سے آئے اور ایک اتوار کو تقریباً چھ ہزار لوگ اُسے

دیکھنے کے لئے کھڑے رہے۔اپنے پیش روکی طرح اس نے بھی اپنے ماننے والوں کوابدی زندگی کی بشارت دینی شروع کردی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو جب پگٹ کے بارہ میں علم ہوا تو انہوں نے حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا اور آپؑ کے منشاء کے مطابق پگٹ کو خط لکھا اور مزید حالات دریافت فرمائے۔پگٹ کے سیکرٹری نے دو اشتہار اور خط بھجوائے جو 2 نومبر 1902ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئے۔اُس کے انگریزی میں اشتہار کا عنوان کا ترجمہ کشتی نوح بنتا تھا۔اس اشتہار کو سن کر سیّدنا حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''اب ہماری سچی کشتی نوح جھوٹی پر غالب آجائے گی۔یورپ والے کہا کرتے تھے کہ جھوٹے مسیح آنے والے ہیں۔سواوّل لنڈن میں جھوٹا مسیح آگیا۔اس کا قدم اس زمین میں اوّل ہے بعد ازاں ہمارا ہوگا جو کہ سچا مسیح ہے۔اور جو حدیثوں میں ہے کہ دجّال خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرے گا تو موٹے رنگ میں اب اس قوم نے وہ بھی کر دکھایا۔ڈوئی امریکہ میں نبوت کا دعویٰ کررہا ہے اور پگٹ لنڈن میں خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے اور اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔پگٹ کا خدا ہونا دوسرے لفظوں میں یہ گویا انجیل کی شرح آئی ہے۔اسے ایک فائدہ ہوا ہے کہ مسیح کو خدا ماننے سے چھوٹ گیا کیونکہ آپ جو ساری عمر کے لئے خدا ہو گیا''(البدر جلد 1 نمبر 4 مورخہ 21 نومبر 1902ء۔ملفوظات جلد چہارم صفحہ 200-199)

یہ شخص بھی ڈوئی کی طرح اسلام کا مخالف تھا اور الوہیت کا دعویٰ دار۔اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرتِ دینی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے ایک اشتہار اُس کے نام لکھا۔اُس اشتہار کا عنوان تھا''ایک الوہیت کے مدعی کو تنبیہ''۔حضورؑ نے تحریر فرمایا''یہ امر خدا کی غیرت کو بھڑکانے والا ہے کہ ایک شخص انسان ہوکر پھر خدا بنتا ہے اور زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا اپنے تئیں قرار دیتا ہے اور اس طرح پر خدا کے مقدس نبیوں کی بے عزتی کا بھی موجب ہوتا ہے۔اس لئے میرے سچے اور پاک اور کامل خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کو آنے والی سزا سے متنبہ کروں''

انگلستان کے اخباروں نے اس اشتہار میں کافی دلچسپی ظاہر کی اور اسے بڑی کثرت سے شائع کیا۔اخبار''سنڈے سرکل''(Sunday Circle) لنڈن نے اپنی ایک اشاعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار کی عبارت درج کرتے ہوئے لکھا کہ''مشرق میں ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں ایک اسی دعویٰ کا مدعی پیدا ہوا ہے،جو پگٹ نے کیا تھا۔اس سب سے آخری مسیح کا نام مرزا غلام احمد ہے اور وہ قادیان میں رہتے ہیں جس کے وہ رئیس ہیں۔انہوں نے بھی ایک اشتہار یورپ اور امریکہ میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے۔''(تاریخ احمدیت جلد دوم)

پگٹ کے متعلق دعا،رؤیا اور الہام

خدا تعالیٰ کے بندوں کا آخری سہارا خدا تعالیٰ کی عظیم ذات ہوتی ہے۔وہ اُس کے در پر جھکتے ہیں اور عاجزانہ طور پر دعاؤں کے ساتھ آسمانی مدد کے طلبگار ہوتے ہیں۔یہی طریق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اختیار فرمایا۔20 نومبر 1902ء کو فرمایا''رات کو میں نے پگٹ کے متعلق دعا کی اور صبح بھی کی۔مجھے یہ دکھایا گیا کہ کسی نے مجھے چار پانچ کتابیں دی ہیں جن پر لکھا ہوا ہے تسبیح تسبیح تسبیح۔بعد اُس کے الہام ہوا اللہ شدید العقاب انھم لا یحسنون۔اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی موجودہ حالت خراب ہے اور یا یہ کہ آئندہ توبہ نہیں کریں گے۔اور یہ معنے بھی اس کے ہیں لا یومنون باللہ۔اور یہ مطلب بھی اس سے ہے کہ اس نے اچھا کام نہیں کیا۔اللہ تعالیٰ پر یہ افتراء اور منصوبہ باندھا۔اور اللہ شدید العقاب ظاہر کرتا ہے کہ اُس کا انجام اچھا نہ ہوگا اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔حقیقت میں یہ بڑی شوخی ہے کہ خدائی کا دعویٰ کیا جائے''۔(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 226-225)

پگٹ مظہر شیطان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قسم کے دعاوی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا''ان لوگوں کو اس لئے دعویٰ کرنے کی جرأت ہوجاتی ہے کہ قوم نے مان لیا ہے کہ وہ وقت قریب ہے کہ مسیح آئے ورنہ قوم کی کثرت رائے اس طرف ہوتی کہ وہ وقت دور ہے تو یہ دعویٰ نہ کرتا۔شیطان کے بھی مظہر ہوتے ہیں۔شیطان نے اس زمانہ میں اپنے مظہر کے لئے پگٹ کو ہی پسند کیا ہے۔''(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 220-219)

پھر فرمایا''پگٹ کے نام کا جو سرّ ہے اس میں خنزیر کے معنے پائے جاتے ہیں۔اب دیکھیں کہ یہ عیسائیوں کا خدا آسمان پر جاتا ہے کہ زمین میں دفن ہوتا ہے۔دراصل خدا تعالیٰ کو ان لوگوں پر سخت غیرت ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔اُس کی غیرت تقاضہ نہیں کرتی کہ ایسے لوگ ہوں۔اس حساب سے تو موسیٰ اور دوسرے کُل نبی معاذ اللہ اس (پگٹ) کے بندے ہوئے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ ایک ہی سلطنت کے نیچے دو مدعی۔ایک جھوٹا ایک سچا۔جیسے طاعون ہمارے

لئے مفید پڑی ہے ویسے ہی پگٹ نے گردن نکالی ہے۔ جو کچھ اوّل مقرر ہو چکا ہے ضرور ہے کہ وہ تمام ظاہر ہو جاوے''۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 221)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار کے جواب میں پگٹ کی طرف سے خاموشی رہی اور اُس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ایک مجلس عرفان میں ارشاد فرمایا کہ ''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسے کاذب مدعی پیدا ہوئے تھے جو کہ بہت جلد نابود ہوئے یہی حال اس کا ہوگا۔ اس کے متعلق الہام ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَاب'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 37) پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 23۔اگست 1902ء کو ''پگٹ اور ڈوئی کے متعلق پیشگوئیاں'' کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں دونوں کے متعلق فرمایا کہ دونوں نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اپنے اُس اشتہار میں آپ نے دونوں کے متعلق دعا کرتے ہوئے تحریر فرمایا ''اے قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا یہ فیصلہ جلد کر کہ پگٹ اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے کیونکہ اس زمانہ میں تیرے عاجز بندے اپنے جیسے انسانوں کی پرستش میں گرفتار ہو کر تجھ سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ سو اے ہمارے پیارے خدا ان کو اس مخلوق پرستی کے اثر سے رہائی بخش۔ اور اپنے وعدوں کو پورا کر جو اس زمانہ کے لئے تیرے تمام نبیوں نے کئے ہیں۔ ان کانٹوں میں سے زخمی لوگوں کو باہر نکال اور حقیقی نجات کے سرچشمہ سے ان کو سیراب کر کیونکہ سب نجات تیری معرفت اور تیری محبت میں ہے، کسی انسان کے خون میں نجات نہیں۔ اے رحیم کریم خدا! ان کی مخلوق پرستی پر بہت زمانہ گذر گیا ہے۔ اب ان پر تو رحم کر اور ان کی آنکھیں کھول دے۔ اے قادر اور رحیم خدا! سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اب تو ان بندوں کو اس اسیری سے رہائی بخش اور صلیب اور خونِ مسیح کے خیالات سے ان کو بچالے۔ اے قادر کریم خدا! ان کے لئے میری دعا سن اور آسمان سے ان کے دلوں پر ایک نور نازل کر تا وہ تجھے دیکھ لیں۔ کون خیال کر سکتا ہے کہ وہ تجھے دیکھیں گے۔ کس کے ضمیر میں ہے کہ وہ مخلوق پرستی کو چھوڑ دیں گے اور تیری آواز سنیں گے۔ پر اے خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو نوح کے دنوں کی طرح ان کو ہلاک مت کر کہ آخر وہ تیرے بندے ہیں۔ بلکہ ان پر رحم کر اور ان کے دلوں کو سچائی کے قبول کرنے کے لئے کھول دے۔ ہر ایک قفل کی تیرے ہاتھ میں کنجی ہے۔ جبکہ تو نے مجھے اس کام کے لئے بھیجا ہے سو میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نامرادی سے مروں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی وحی سے مجھے تو نے وعدے دیئے ہیں اُن وعدوں کو تو ضرور پورا کرے گا کیونکہ تو ہمارا صادق خدا ہے۔ اے میرے رحیم خدا! اس دنیا میں میرا بہشت کیا ہے۔ بس یہی کہ تیرے بندے مخلوق پرستی سے نجات پا جائیں سو میرا بہشت مجھے عطا کر اور ان لوگوں کے مردوں اور ان لوگوں کی عورتوں اور ان کے بچوں پر حقیقت ظاہر کر دے کہ وہ خدا جس کی طرف توریت اور دوسری پاک کتابوں نے بُلایا ہے اس سے وہ بے خبر ہیں۔ اے قادر کریم میری سُن لے کہ تمام طاقتیں تجھ کو ہیں۔ آمین ثم آمین۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 621-620)

پگٹ کی ناکامی و نامرادی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انتباہ، اشتہار اور دعا سے پہلے پگٹ کا مشن اپنے عروج پر تھا اور اسے بہت شہرت حاصل ہو رہی تھی۔ اسے کئی امیر لوگوں کی پشت پناہی حاصل تھی اور بہت سے لوگ اس کے فرقہ میں داخل ہو رہے تھے اور اپنی دولت اس کے قدموں پر نچھاور کر رہے تھے۔ دولت کی فراوانی کی وجہ سے اس نے ''محبت کی فرودگاہ'' کو نئے سرے سے اعلیٰ ساز و سامان سے آراستہ کیا۔ اپنے لئے موٹر کار اور بہت سی دیگر آسائش کی چیزیں خرید لیں اور اعلیٰ شرابوں کا ذخیرہ کر لیا۔ اپنی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی بناء پر ناروے میں اپنی ایک برانچ بھی قائم کر لی۔ اس کے ساتھ اس نے اعلانیہ ایک ''آسمانی اور روحانی دلہن'' کی تلاش بھی شروع کر دی حالانکہ وہ پہلے سے شادی شدہ تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ روحانی دلہن اس کے مذہبی اور روحانی کاموں میں مددگار ہوگی۔ پھر جیسا کہ بائبل میں مذکور ہے اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کلیپٹن کے تالاب کے پانی پر چل بھی سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انتباہ، اشتہار اور دعا کے بعد اس کا زوال شروع ہو گیا۔ اس نے ایک نوجوان لڑکی جس کا نام پریس (Preece) تھا کو اپنی روحانی دلہن کے طور پر چن لیا۔ ان کے اصل تعلقات کا علم اس وقت ہوا جب کہ ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام گلوری یعنی ''شان'' رکھا گیا۔ اس کے بعد اس کے ہاں دو اور بچے ہوئے جن کے نام ''طاقت'' اور ''زندگی'' رکھے گئے۔ جب لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو اس کے خلاف عوام میں شدید ردِّعمل شروع ہو گیا اور اخباروں میں اسے ایک عیاش اور گھناؤنا اور حرام کار انسان قرار دیا گیا۔ اس پر اس کے خلاف چرچ میں بھی شدید ناراضگی کی لہر دوڑ گئی اور اسے چرچ نے برخواست کر دیا۔ پگٹ نے اعلان کیا کہ چونکہ وہ ان سب قوانین سے بالا ہے اس لئے اسے کسی کی پرواہ نہیں۔ بعض لوگوں نے اسے مجبور کیا کہ وہ تالاب کے پانی پر چل کر دکھائے مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ جلد ہی اس کے خلاف جلوس نکلنے شروع ہو گئے اور اس کے خطابات کے دوران کھلم کھلا لوگوں نے آوازے کسنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ ایک وقت پولیس اسے بڑی مشکل سے بچانے

میں کامیاب ہوئی ورنہ وہ عوام کے غیظ وغضب کا نشانہ بن جاتا۔اب اس کے پاس اس بات کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اپنے چرچ میں اپنے خطابات کا سلسلہ بند کردے اور اپنے محل کی چاردیواری کے اندر ہی رہے۔ایک دفعہ ایک مشتعل ہجوم اس کے محل کے باہر اکٹھا ہوگیا اور پگٹ کے دھوکے میں اس کے ایک ماننے والے کو شدید زدوکوب کردیا جس سے وہ چند دنوں میں مرگیا۔اب پگٹ اپنی رہائش گاہ میں محصور ہوکر رہ گیا۔رفتہ رفتہ اس کے ماننے والوں کی تعداد کم ہوتی چلی گئی۔اس کا چرچ بھی بند ہوگیا اور بعد میں اسے کیتھولک چرچ نے حاصل کرلیا۔پگٹ کی صحت دن بدن خراب ہوتی چلی گئی اور اس کے ساتھ چند گنتی کے لوگ رہ گئے۔بالآخر مارچ 1927ء کو لوگوں کو ابدی زندگانی کی بشارت دینے والا حسرت وناکامی اور نامرادی کے ساتھ خالی ہاتھ اس دنیا سے اٹھ گیا اور جیسا کہ خدا کے سچے مسیح کو بتایا گیا تھا اس کا سارا کاروبار نیست ونابود ہوکر گیا۔پگٹ اپنے بعد یورپ کے عیسائیوں کے لئے ایک روشن نشان اس پیغام کے ساتھ چھوڑ گیا کہ کس طرح سچے مسیح کی دعاؤں کے نتیجہ میں وہ تباہ وبرباد ہوا۔اور جہاں پگٹ اب محض تاریخ کی کتاب کا ایک حصہ بن چکا ہے وہاں وہ جو خدا کی طرف سے آیا تھا اور جس کو روح القدس سے طاقت دی گئی تھی اس کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہے اور اس کی محبت میں سرشار کروڑوں روحیں زمین کے کناروں تک آباد ہیں۔

قابلِ تقلید مساعی

- مجلس انصاراللہ Collierswood نے مورخہ 19 فروری، اپنی مجلس کے ایک علاقہ چرچ روڈ اور اس کے گردونواح میں وقارعمل منعقد کیا۔اس پروگرام میں 15 انصار، 5 خدام اور 2 اطفال نے شرکت کی۔صبح 10 بجے دعا کے ساتھ آغاز ہوا اور 2 بجے سہ پہر تک، تین پارکوں کی صفائی اور جھاڑیاں وغیرہ کاٹنے کا کام کیا گیا۔اس موقع پر اس علاقہ کے کونسلر نے خود آکر دوستوں کی حوصلہ افزائی کی اور اس طرح جماعت کے تعارف کا بھی ایک اچھا موقع میسر آیا۔الحمدللہ۔

- مؤرخہ 25 فروری 2007ء مجلس بیت الفتوح نے بھی ایک وقارعمل منعقد کیا۔یہ وقارعمل صبح فجر کی نماز کے بعد بیت الفتوح میں منعقد ہوا اور منیجر صاحب کی زیرِ ہدایت بیت الفتوح کی پارکنگ کی صفائی وغیرہ کا کام انجام دیا گیا اس پروگرام میں انصار کے علاوہ بچوں نے بھی شوق سے حصہ لیا، انصار میں سے تین انصار صفِ اوّل سے تھے جنکی عمر 60 سال سے زائد تھی۔وقارعمل کے بعد تمام احباب کی خدمت میں ناشتہ پیش کیا گیا اور اسی موقع پر مجلس کا اجلاس عام بھی منعقد ہوا۔

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

صفحہ نمبر 23 سے آگے

مولوی صاحب کی علمی عزت بھی خاک میں ملادی۔

مذکورہ حالات کے نتیجہ میں مولوی صاحب نے اپنی ذلّت کے بارہ میں حضورؑ کے الہام کی بنیاد پر محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر پولیس بٹالہ کے ساتھ مل کر افسران بالا کو رپورٹ بھجوائی کہ حضورؑ نے گویا اُس ہدایت کی خلاف ورزی کی ہے جو مسٹر ڈگلس نے مقدمہٴ اقدام قتل میں دی تھی کہ حضورؑ آئندہ کسی کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع نہ کیا کریں۔اس لئے گورنمنٹ مرزا صاحب سے حفظ امن کی ضمانت لے۔یکم دسمبر 1898ء کو رپورٹ ملتے ہی مسٹر ڈکسن ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے حضورؑ کے خلاف فوجداری مقدمہ بنادیا۔لیکن حالات کو دیکھتے ہوئے مولوی محمد حسین پر بھی اسی دفعہ کے تحت مقدمہ درج کردیا۔اس مقدمہ کی پیروی کے لئے حضور معہ خدام پٹھانکوٹ اور دھاریوال جاتے رہے۔حضورؑ نے عدالت میں اپنی اور مخالفین کی تحریریں پیش کیں تو ضلعی مجسٹریٹ مسٹر ڈوئی نے مقدمہ خارج کرتے ہوئے حضورؑ سے کہا کہ ان (مخالفین) کے گندے اشتہارات کا جواب دینے کی بجائے آپ کو عدالتی چارہ جوئی کرنی چاہئے تھی۔پھر مجسٹریٹ مسٹر ڈوئی نے مولوی محمد حسین بٹالوی اور حضورؑ سے ایک نوٹس پر دستخط کروائے کہ آئندہ کوئی فریق کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیشگوئی نہ کرے۔چنانچہ مولوی محمد حسین کو اس مقدمہ بازی سے فائدہ کی بجائے نقصان ہی پہنچا کہ آئندہ وہ اُس دشنام طرازی سے قانونی طور پر روک دیا گیا جو وہ حضورؑ کے خلاف کیا کرتا تھا۔اس ساری کارروائی کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ معاندین نے حضورؑ کو آزار پہنچانے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن جواب میں حضورؑ نے کبھی ویسی زبان استعمال نہیں کی جو دشمن آپؑ کے خلاف کرتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ منصف مزاج حاکم نے نہ صرف مقدمہ خارج کردیا بلکہ عدالتی چارہ جوئی کے بارہ میں اپنی رائے کا بھی اظہار کردیا۔

جاری ہے

سالانہ انصار چیریٹی واک

مجلس انصاراللہ برطانیہ کی سالانہ چیریٹی واک انشاءاللہ، مؤرخہ

10 جون بروز اتوار بمقام حدیقۃ المہدی

منعقد ہوگی۔تمام احباب کو اس میں شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سال اس کارِ خیر کے لئے 75000 پاؤنڈز سے زائد رقم جمع کر کے تقسیم کی گئی تھی۔

تمام انصار کو فنڈ اکٹھا کرنے کے لئے Collection Forms ارسال کئے جاچکے ہیں۔اگر کسی دوست کو مزید فارم درکار ہوں تو براہ کرم مجلس انصاراللہ کے دفتر سے رابطہ کریں۔جو احباب واک میں عملی طور پر شامل نہیں ہوسکتے ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ رقم جمع کر کے اس میں حصہ لیں۔اپنے غیراز جماعت اور زیرِ تبلیغ دوستوں کو بھی واک میں شامل کرنے کی کوشش کریں مزید معلومات کے لئے اپنے مقامی زعیم / ریجنل ناظم سے رابطہ کریں

سیرۃ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ...... مقدمات کے حوالہ سے

(محمود احمد ملک)

کسی بھی شخص کی سیرت کا مطالعہ اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک اُس کی زندگی میں آنے والے مختلف مصائب اور مسرت کے ایام میں اُس کا ردّعمل معلوم نہ کرلیا جائے۔ جہاں وہ مشکلات کے وقت سینہ سپر ہوکر اُن کا مقابلہ کرتا اور صبر وثبات کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے وہاں کامیابی جب اُس کے قدم چومے تو اُس کا انداز عاجزی اور حمد کے جذبات سے مغلوب نظر آتا ہے اور اسی وجہ سے اپنے دشمن پر فتح پانے کے بعد وہ اُسے ملیامیٹ کرنے کی بجائے معاف کرنے اور احسان کرنے کے لئے بھی انتہائی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ صفات ہمیں نہایت کمال کے ساتھ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس میں روز روشن کی طرح نظر آتی ہیں اور پھر نشأۃ ثانیہ میں اُن کا بہترین نظارہ آپ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات گرامی میں دکھائی دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ حیات مبارکہ میں عدالتوں میں مقدمات کے حوالے سے متعدد مواقع پیش آئے اور ان مواقع پر حضورؑ کی سیرۃ طیبہ اور بلند اخلاق کا اظہار جس خوبصورتی کے ساتھ ہوا، وہ کسی حد تک تاریخ میں محفوظ ہے۔ چنانچہ ہمیں مختلف قسم کے تین مواقع نظر آتے ہیں جب حضورؑ کو عدالتوں سے واسطہ پڑا۔ ایک وہ وقت ہے، جب دشمن نے آپؑ کے خلاف جھوٹے مقدمات قائم کئے تا کہ آپؑ کی ذلت کے سامان پیدا کرکے رجوع خلائق کو آپؑ کے دامن سے دُور رکھا جاسکے۔ دوسری قسم میں ایک مقدمہ ایسا ہوا جو آپؑ نے اپنا حق دشمن کی طرف سے غصب کئے جانے کے بعد صرف اس لئے کیا تا کہ آپؑ کے صحابہؓ کی ناجائز تکالیف کو کسی حد تک کم کیا جاسکے۔ تیسری قسم ایسے مقدمات کی ہے، جن کی پیروی کے لئے آپؑ اپنے والد صاحب کے حکم پر تشریف لے گئے اور اس مواقع پر بھی آپؑ کی سیرت کے کئی پہلو سامنے آئے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ آپؑ کی زندگی میں جتنے مقدمات کا بھی آپؑ کو سامنا کرنا پڑا، کسی میں بھی آپؑ کی ذاتی رنجش کا دخل نہیں تھا اور نہ ہی کسی نے اس وجہ سے آپؑ کے خلاف نالش کی کہ اُسے آپؑ کی ذات سے کوئی تکلیف پہنچی تھی۔ بلکہ براہ راست آپؑ کے خلاف قائم کئے جانے والے مقدمات کی وجہ تو صرف مذہبی بغض اور منافرت ہی تھی۔

اطاعت والد میں مقدمات کی پیروی

حضرت مسیح موعودؑ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو علم تھا کہ آپؑ دینی مہمات اور مطالعہ میں تو ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں لیکن اُن دنیاوی امور سے غافل ہیں جو زمیندارانہ حیثیت میں پیش آسکتے تھے۔ چنانچہ اس خیال سے کہیں میرا یہ بیٹا میرے بعد اپنے بڑے بھائی کا دست نگر نہ رہے، آپؑ کو حکماً مقدمات کی پیروی کے لئے ارشاد فرمادیتے تھے۔ آپؑ اُن کی اطاعت کی خاطر ان مقدمات کی پیروی تو کرلیا کرتے لیکن بالطبع آپؑ کو اس طرز زندگی سے نفرت تھی۔ چنانچہ اپنی کتاب "کتاب البریہ" میں حضورؑ نے تفصیل سے تحریر فرمایا ہے کہ آپؑ کے والد صاحب اپنے بعض آباء و اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کررہے تھے اور انہوں نے آپؑ کو بھی انہی خدمات میں ایک عرصہ دراز تک مشغول رکھا۔ آپؑ کو ہمیشہ افسوس رہا کہ بہت سا وقت ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہوگیا تاہم آپؑ نے محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کردیا تھا ورنہ آپؑ کی طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی۔ ان مقدمات میں آپؑ کا طرز عمل کیا تھا، اس بارہ میں تین مثالیں ہی کافی ہوسکتی ہیں۔ ایک مقدمہ چیف کورٹ میں درپیش تھا جس کی پیروی کے لئے آپؑ کو لاہور جانا پڑا۔ آپؑ کا قیام سید محمد علی شاہ صاحب کے ہاں تھا جو قادیان کے ایک معزز رئیس تھے اور محکمہ جنگلات میں ملازمت کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے۔ ایک روز آپؑ ہشاش بشاش گھر پہنچے تو شاہ صاحب کے پوچھنے پر بتایا کہ مقدمہ خارج ہوگیا ہے۔ شاہ صاحب کو اس خبر سے سخت تکلیف ہوئی لیکن آپؑ مقدمہ ہارنے پر بھی صرف اس لئے خوش تھے کہ مقدمہ سے خلاصی کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے لئے فرصت مل گئی۔ (حیات النبی جلد اوّل صفحہ ۵۷)

ایک دفعہ جب آپؑ کی عمر پچیس تیس برس کے قریب تھی تو آپکے والد محترم کا اپنے موروثیوں سے درخت کاٹنے پر ایک تنازعہ ہوگیا کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ زمین کے مالک ہونے کی حیثیت سے درخت بھی ہماری ملکیت ہیں۔ اسی لئے انہوں نے موروثیوں پر دعویٰ دائر کردیا اور حضورؑ کو مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور بھیجا۔ آپؑ کے ہمراہ دو گواہ بھی تھے۔ آپؑ نے راستہ میں ہی اُنہیں کہہ دیا کہ "والد صاحب یونہی فکر کرتے ہیں، درخت کھیتی کی طرح ہوتے ہیں، یہ غریب لوگ ہیں اگر کاٹ لیا کریں تو کیا حرج ہے۔ بہرحال میں تو عدالت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مطلقاً یہ ہمارے ہی ہیں، ہاں ہمارا حصہ ہوسکتے ہیں"۔ چنانچہ عدالت میں آپؑ نے یہی بیان دیا اور فیصلہ موروثیوں کے حق میں ہوگیا۔ جب آپؑ کے والد صاحب کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوئے۔ (روایات صحابہ حصہ نہم صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳)

اسی طرح بٹالہ میں ایک مقدمہ کی پیروی کیلئے جب آپؑ عدالت میں گئے تو نماز کا وقت ہونے پر نماز میں مصروف ہوگئے۔ اسی دوران منصف کی طرف سے آواز دی گئی مگر آپؑ نے نماز جاری رکھی۔ فریق ثانی نے پیش ہوکر یکطرفہ کارروائی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور بہت زور لگایا لیکن عدالت نے پرواہ نہ کی اور حقائق دیکھ کر فیصلہ آپؑ کے حق میں دیدیا۔ نماز سے فارغ ہوکر جب آپؑ نے عدالت میں حاضر ہوکر بتایا کہ آپؑ نماز پڑھ رہے تھے تو معلوم ہوا کہ فیصلہ تو آپؑ کے حق میں دیا جاچکا ہے۔ (حیات النبی جلد اوّل صفحہ ۵۶)

یہ تو اُن مقدمات میں آپؑ کی سیرت کے چند پہلو تھے جو آپؑ نے اپنے والد صاحب کی خوشنودی کی خاطر عدالتوں میں نبھائے۔ چونکہ اس مضمون کا اصل مقصود حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت مقدسہ کا بیان ہے اس لئے مقدمات کی تفصیل میں جائے بغیر، صرف سیرت کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مقدمہ ڈاکخانہ

بعثت سے قبل ہی آپؑ کے خلاف ایک مقدمہ ایک عیسائی وکیل رلیارام کی طرف سے کیا گیا جو ایک مطبع کا مالک تھا اور ایک اخبار بھی نکالتا تھا۔ ۱۸۷۷ء میں امرتسر کے اِس شخص نے اس لئے آپؑ پر نالش کردی کیونکہ آپؑ نے اُس کے مطبع میں ایک مضمون طبع ہونے کے لئے بھجوایا تھا اور اُسی پیکٹ میں ایک خط بھی رکھ دیا

تھا۔ خط میں مضمون کو جلد طبع کرنے کی تاکید کے علاوہ اسلام کی تائید اور دیگر مذاہب کے بطلان کی طرف اشارہ بھی تھا۔ چونکہ اُس زمانہ میں علیحدہ خط کا کسی پیکٹ میں رکھنا قانوناً جرم تھا جس کی سزا پانچ سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید تھی اس لئے رلیارام نے مخبر بن کر افسران ڈاک کے ذریعہ آپؑ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ لیکن اس سے قبل ہی رویا میں اللہ نے آپؑ پر ظاہر کر دیا تھا کہ رلیارام نے ایک سانپ آپؑ کے کاٹنے کے لئے بھیجا ہے اور آپؑ نے اُسے مچھلی کی طرح تل کر واپس کر دیا ہے۔

جب آپؑ نے وکلاء سے مشورہ کیا تو سب نے یہی کہا کہ سچ بولنے پر کوئی طریق رہائی نہیں اور بجز دروغگوئی کے اور کوئی چارہ نہیں۔ صرف یہ کہنا ہی کافی ہے کہ یہ خط آپؑ نے پیکٹ میں نہیں رکھا بلکہ رلیارام نے خود ڈال لیا ہوگا۔ لیکن آپؑ نے فرمایا کہ میں سچ کو کسی صورت نہیں چھوڑنا چاہتا۔ جب انگریز کی عدالت میں پیشی ہوئی تو ڈاکخانہ جات کا افسر بحیثیت سرکاری مدعی کے حاضر ہوا۔ منصف کے پوچھنے پر آپؑ نے بلاتوقف بتا دیا کہ یہ خط آپؑ نے ہی پیکٹ میں رکھا تھا اور یہ کام کسی بدنیتی سے نہیں کیا کیونکہ آپؑ نے اس خط کو مضمون سے کچھ علیحدہ نہیں سمجھا کیونکہ اس میں کوئی ذاتی بات نہیں تھی۔ اس کے بعد افسر ڈاکخانہ جات نے بہت شور مچایا اور لمبی لمبی تقریریں کیں لیکن منصف نے اُس کے دلائل کو رد کر کے فیصلہ آپؑ کے حق میں کر دیا۔ حضورؑ نے اس مقدمہ کا حال اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' میں بھی درج فرمایا ہے۔

مقدمہ اقدامِ قتل

حضور علیہ السلام کی طرف سے دعویٰ نبوت کے بعد جہاں آپ کے محبوں کی تعداد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی اضافہ ہوا وہاں ایسے دشمنوں کی تعداد بھی خاطر خواہ بڑھی جو ہر وقت آپؑ کو آزار پہنچانے کے لئے بے قرار تھے۔ اور انہوں نے دیگر ذرائع سے تکالیف پہنچانے کے ساتھ ساتھ آپؑ کے خلاف جھوٹے مقدمات کے اندراج سے بھی گریز نہیں کیا۔ بدقسمتی سے ایسے مواقع پر اسلام کے اِس بطل جلیل کے خلاف بعض مسلمان علماء کہلانے والوں نے جھوٹی گواہیاں بھی دیں لیکن انجام کار اُن کے حق میں ذلت و نامرادی کے سوا کچھ نہ آیا۔ اس مقدمہ کے تفصیلی حالات حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب ''کتاب البریہ'' میں بھی درج فرمائے ہیں۔ واقعات یوں ہوئے کہ 1893ء میں حضرت مسیح موعودؑ کا مباحثہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ ہوا جو جنگ مقدس کے نام سے مشہور ہے۔ اس مباحثہ میں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے بھی اہم حصہ لیا۔ شرط رجوع سے فائدہ اٹھانے کے بعد جب آتھم مرگیا تو اُس کی موت عیسائیوں پر نہایت شاق گزری۔ ایسے میں ایک آوارہ گرد لڑکا عبدالحمید قادیان سے ہوتا ہوا مارٹن کلارک کے پاس امرتسر پہنچا۔ حضور علیہ السلام نے نہ صرف عبدالحمید کی بیعت قبول نہ کی تھی بلکہ اُس کا قادیان میں قیام بھی گوارا نہ کیا تھا۔ مارٹن نے یہ معلوم کر کے کہ وہ سیدھا قادیان سے آیا ہے، لالچ اور خوف دلا کر عدالت میں اُس سے یہ بیان دلوایا کہ اُسے (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ السلام) نے مارٹن کو قتل کرنے کے لئے امرتسر بھیجا ہے۔ مارٹن نے خود بھی عدالت میں بیان دیا۔ بعد میں یہ مقدمہ گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کپتان ڈگلس کے پاس منتقل ہو گیا جنہوں نے حضورؑ کے نام سمن جاری کر دیا۔ اس مقدمہ کے دوران بھی حضور علیہ السلام کی سیرت کے بعض عظیم الشان پہلوؤں کا اظہار ہوا۔

اس مقدمہ میں عیسائیوں کی طرف سے بعض آریوں اور مسلمانوں نے بھی اپنی خدمات پیش کئے رکھیں۔ آریہ وکیل پنڈت رام بھجدت نے اس کیس کی مفت پیروی کی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی عیسائیوں کی طرف سے گواہ کے طور پر پیش ہوئے اور نہایت لغو اور گندے الزامات حضور علیہ السلام پر لگائے۔ لیکن حضورؑ کا طرز عمل یہ تھا کہ ایک موقع پر جب حضورؑ کے وکیل مولوی فضل دین صاحب نے مولوی محمد حسین پر ایسا سوال کیا جس سے اُن کے نسب اور کیریکٹر پر دھبہ لگتا تھا تو حضورؑ فوراً اپنی کرسی سے اٹھے اور مولوی فضل دین صاحب کے منہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر فرمایا کہ ہم اس قسم کا سوال کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ حضورؑ کے اسی بلند اخلاق اور عالی حوصلگی کو دیکھ کر ڈپٹی کمشنر صاحب حالات کو بہت حد تک سمجھ گئے اور اپنے فیصلہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے بیان کا ذکر کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔

حضورؑ کا توکل علی اللہ اس درجہ پر تھا کہ جب کپتان ڈگلس نے مقدمہ خارج کرتے ہوئے آپؑ کو بری قرار دیا اور کہا کہ ''آپ ان عیسائیوں کے برخلاف مقدمہ کر سکتے ہیں'' تو حضورؑ نے جو جواب دیا وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ فرمایا: ''عیسائیوں سے ہمارا مقدمہ تو آسمان پر چل رہا ہے، ہمیں آسمانی عدالت کافی ہے، دنیا کی عدالتوں میں ہم کوئی مقدمہ نہیں چلانا چاہتے''۔

اس مقدمہ میں حضورؑ کے وکیل مولوی فضل دین صاحب کے سامنے جب بعد میں کسی نے ایک مجلس میں حضور علیہ السلام کا شدید مخالفانہ انداز میں ذکر کیا تو مولوی صاحب نے نہایت جوش سے فرمایا کہ مَیں مرزا صاحب کا مرید نہیں ہوں لیکن اُن کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاقی کمال کا مَیں قائل ہوں۔ ہر طبقہ کے لوگ مقدمات کے سلسلہ میں میرے پاس آتے ہیں۔ بڑے بڑے نیک نفس آدمی جن کے متعلق کبھی وہم بھی نہیں آسکتا تھا کہ وہ کسی قسم کی نمائش یا ریاکاری سے کام لیں گے، انہوں نے مقدمات کے سلسلہ میں اگر قانونی مشورہ کے ماتحت اپنے بیان کو تبدیل کرنے کی ضرورت سمجھی تو بلا تامّل بدل دیا لیکن مَیں نے اپنی عمر میں مرزا صاحب ہی کو دیکھا ہے جنہوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا۔ مَیں اُن کے ایک مقدمہ میں وکیل تھا۔ مَیں نے اُن کے لئے ایک قانونی بیان تجویز کیا اور اُن کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے اُسے پڑھ کر کہا کہ اس میں تو جھوٹ ہے۔ مَیں نے کہا کہ ملزم کا بیان حلفی نہیں ہوتا اور قانوناً اُسے اجازت ہے کہ جو چاہے بیان کرے۔ آپ نے فرمایا: ''قانون نے تو اُسے یہ اجازت دیدی ہے کہ جو چاہے بیان کرے مگر خدا تعالیٰ نے تو اجازت نہیں دی کہ وہ جھوٹ بھی بولے اور نہ قانون ہی کا یہ منشاء ہے۔ پس مَیں کبھی ایسے بیان کے لئے آمادہ نہیں ہوں جس میں واقعات کا خلاف ہو۔ مَیں صحیح صحیح امر پیش کروں گا''۔ مَیں نے کہا کہ آپ جان بوجھ کر اپنے آپ کو بلا میں ڈالتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ''جان بوجھ کر بلا میں ڈالنا یہ ہے کہ مَیں قانونی بیان دے کر ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے خدا کو ناراض کر لوں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا خواہ کچھ بھی ہو''۔ مَیں نے کہا کہ پھر آپ کو میری وکالت سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر انہوں نے فرمایا: ''مَیں نے کبھی وہم بھی نہیں کیا کہ آپ کی وکالت سے فائدہ ہوگا یا کسی اور شخص کی کوشش سے فائدہ ہوگا اور نہ مَیں سمجھتا ہوں کہ کسی کی مخالفت مجھے تباہ کر سکتی ہے۔ میرا بھروسہ تو خدا پر ہے جو میرے دل کو دیکھتا ہے۔ آپ کو وکیل اس لئے کیا ہے کہ رعایت اسباب ادب کا طریق ہے اور مَیں چونکہ جانتا ہوں کہ آپ اپنے کام میں دیانتدار ہیں اسلئے آپکو مقرر کیا ہے''۔ مولوی صاحب نے پھر کہا کہ مَیں تو یہی بیان تجویز کرتا ہوں۔ لیکن آپؑ نے فرمایا: ''نہیں، جو بیان مَیں خود لکھتا ہوں، نتیجہ اور انجام سے بے پرواہ ہو کر وہی داخل کرو، اس میں ایک لفظ بھی تبدیل نہ کیا جاوے اور مَیں پورے یقین سے کہتا ہو کہ آپ کے قانونی بیان سے وہ

زیادہ مؤثر ہوگا اور جس نتیجہ کا آپ کو خوف ہے، وہ ظاہر نہیں ہوگا بلکہ انجام انشاء اللہ بخیر ہوگا۔ اور اگر فرض کر لیا جاوے کہ دنیا کی نظر میں انجام اچھا نہ ہو یعنی مجھے سزا ہو جاوے تو مجھے اس کی پروا نہیں کیونکہ مَیں اس وقت اس لئے خوش ہوں گا کہ مَیں نے اپنے ربّ کی نافرمانی نہیں کی‘‘۔ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ اپنے بیان پر ہی مرزا صاحب بَری ہو گئے۔ جب مولوی فضل دین صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا تو حاضرین پر کیف آور حالت پیدا ہو گئی۔ بعض نے پوچھا کہ آپ پھر مرید کیوں نہیں ہو جاتے۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرا ذاتی فعل ہے اور تمہیں یہ حق نہیں کہ سوال کرو۔ مَیں انہیں ایک کامل راستباز یقین کرتا ہوں اور میرے دل میں اُن کی بہت بڑی عظمت ہے‘‘۔ (الحکم 14 نومبر 1934ء)

کپتان ڈگلس بعد میں انگلینڈ واپس جا کر اس مقدمہ کے واقعات یوں بیان کیا کرتے تھے کہ ایک طرف ایک معزز پادری تھا، دوسری طرف مرزا صاحب۔ میرے لئے پادری کو جھٹلانا بھی مشکل تھا مگر مرزا صاحب کی عظیم شخصیت اور راست گوئی اور معصومانہ انداز کا مجھ پر اس قدر اثر تھا کہ میں یقین ہی نہیں کر سکتا تھا کہ مرزا صاحب نے عبدالحمید کو پادری صاحب کے قتل کرنے کیلئے بھیجا ہوگا۔ جب بھی کسی نے مجھ سے سروس کا کوئی واقعہ بیان کرنے کیلئے کہا ہے تو مَیں نے یہی واقعہ بیان کیا ہے۔ مَیں مرزا صاحب کی عظیم شخصیت کا تو قائل تھا لیکن مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ ایک دن مرزا صاحب کو یہ عظمت حاصل ہو جائے گی کہ اُن کی جماعت تمام دنیا میں پھیل جائے گی۔

مقدمہ انکم ٹیکس

معاندین نے 1898ء میں حضور علیہ السلام کو مالی نقصان پہنچانے کے لئے آپؑ کے خلاف انکم ٹیکس کا مقدمہ بٹالہ کے ایک ہندو تحصیلدار کی عدالت میں قائم کرا دیا۔ آپؑ نے عذرداری پیش کرنے کے لئے حساب کتاب کا روزنامچہ تیار کروانا شروع کیا تو آپؑ پر کشفی حالت طاری ہوئی اور بتایا گیا کہ ہندو تحصیلدار کی جگہ ایک مسلمان تحصیلدار آ گئے ہیں اور انشاء اللہ مقدمہ کا انجام بخیر ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہندو تحصیلدار صاحب کی جگہ تاج الدین صاحب آ گئے جنہوں نے پوری جانچ پڑتال کے بعد ڈپٹی کمشنر کو رپورٹ بھیجی کہ حضورؑ کے پاس آنے والا چندہ کا روپیہ سب کا سب قومی کاموں پر خرچ ہوتا اور آپؑ کی ذاتی آمدنی اس لائق نہیں ہے کہ اس پر ٹیکس لگایا جا سکے۔ چنانچہ 17رستمبر 1898ء کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور مسٹر ٹی ڈیکس نے اپنے فیصلہ میں تحریر کیا: ہمیں اس شخص (یعنی حضورؑ) کی نیک نیتی پر شبہ کرنے کے لئے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اور ہم کو اس کی آمدنی کو جو چندے کے ذریعے سے ہوتی ہے جسے وہ 5200 روپے بیان کرتا ہے، ٹیکس سے مستثنیٰ کرتے ہیں کیونکہ زیر دفعہ E-5 وہ مذہبی اغراض کے لئے صرف کی جاتی ہے۔

(نزول المسیح صفحہ 229، ضرورۃ الامام صفحہ 35)

مقدمہ حفظِ امن وضمانت

جب مولوی محمد حسین بٹالوی کی معاندانہ روش حد سے بڑھ گئی تو بعض احمدیوں کی طرف سے اکتوبر 1898ء میں اشتہار شائع کیا گیا کہ اہلِ اسلام مولوی محمد حسین بٹالوی سے کہیں کہ وہ حضورؑ سے مباہلہ کر لیں۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب کے دو شاگردوں نے حضورؑ کے خلاف لغویات پر مبنی دو اشتہارات شائع کئے۔ جس پر حضورؑ نے دعا کی کہ اگر مَیں واقعی ویسا ہی ہوں جیسا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور اُن کے شاگردوں نے بیان کیا ہے تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر ذلّت کی مار وارد کر۔ اور اگر تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو ان مہینوں میں مولوی محمد حسین اور اُن کے شاگردوں کو ذلّت کی مار سے دنیا میں رُسوا کر۔ اس دعا پر حضورؑ کو الہام ہوا کہ ’’مَیں ظالم کو ذلیل اور رُسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا......‘‘۔

مذکورہ الہام یوں پورا ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ ’’اشاعت السنہ‘‘ کا ایک انگریزی ایڈیشن نکالا جس میں حکومت کو حضورؑ کی بابت لکھا کہ ’’یہ شخص مہدی سوڈانی سے بھی زیادہ خطرناک ہے...... مَیں چونکہ کسی ایسے امام مہدی کی آمد کا قائل نہیں اور ایسی تمام حدیثوں کو مجروح جانتا ہوں جن میں مہدی کی آمد کا ذکر ہے اس لئے مَیں اس کی مخالفت کرتا رہتا ہوں‘‘۔ مزید یہ بھی لکھا کہ حضورؑ کے امیر عبدالرحمٰن والیٔ افغانستان کے ساتھ تعلقات ہیں اور یہ اپنے پٹھان مریدوں کے ذریعہ اُس سے نامہ و پیام رکھتا ہے۔ اس جھوٹی مخبری پر حکومت نے مولوی محمد حسین کو جڑانوالہ میں چند مربعے بطور انعام دیئے اور حضور علیہ السلام کے بارہ میں تحقیقات کے لئے خفیہ ہدایات جاری کیں۔ اکتوبر 1898ء کی ایک شام سپرنٹنڈنٹ پولیس ایک دستہ کے ہمراہ حضورؑ کی خانہ تلاشی کے لئے قادیان پہنچ گئے۔ وہاں موجود احمدی بہت گھبرائے لیکن حضورؑ نے پولیس افسر کے سوالات کے اطمینان سے تسلی بخش جوابات دینے کے بعد فرمایا کہ ہمیں تلاشی دینے میں کوئی عذر نہیں، البتہ ہماری نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اگر مہربانی کر کے آپ ذرا ٹھہر جائیں تو ہم نماز سے فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ سپرنٹنڈنٹ صاحب مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی امامت میں نماز ادا کی گئی۔ خوش الحانی کے ساتھ ایسا سوز و گداز تھا کہ نمازیوں کی چیخیں نکل گئیں۔ نماز کے بعد سپرنٹنڈنٹ صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ ایک راستباز اور خدا پرست انسان ہیں اور آپ نے سب سچ فرمایا ہے۔ دشمن کا پراپیگنڈہ غلط تھا لہٰذا مَیں آپ کی خانہ تلاشی کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ چنانچہ پولیس واپس چلی گئی۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کی ذلّت کا دَور دسمبر میں اُس وقت شروع ہوا جب حضور علیہ السلام کو علم ہوا کہ یہ ساری شرارت مولوی صاحب کے انگریزی رسالہ کی درج شکایت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس پر آپؑ نے گورنمنٹ کو مخاطب کر کے رسالہ ’’کشف الغطا‘‘ لکھا جس میں اپنے خاندانی حالات بیان کرنے کے بعد مولوی محمد حسین کی چالاکی کو طشت از بام کیا جو اُس نے گورنمنٹ سے مربعے حاصل کرنے کے لئے کی تھی۔ اس کے علاوہ ایک احمدی حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑیانویؓ نے بڑے بڑے اہلسنت علماء سے فتویٰ لیا کہ اگر کوئی مہدی کے آنے سے منکر ہو تو وہ کیا ہے۔ سب نے اتفاق کیا کہ ایسا شخص ضال و دجال اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ تب حضور علیہ السلام نے 3رجنوری 1899ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ ان تمام فتاویٰ کو شائع کر دیا اور آخر میں اپنی پیشگوئی بھی شائع فرما دی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی خود ذلیل ہو کر رہ گیا ہے۔ اس اشتہار نے نہ صرف مولوی محمد حسین بلکہ فتاویٰ دینے والوں کو بھی نہایت شرمندہ کر دیا جن میں سے کئی مولوی صاحب کو اپنا لیڈر مانتے تھے۔ کئی اپنی تحریر سے بیزاری کا اعلان کر کے کہنے لگے کہ انہوں نے مولوی محمد حسین پر فتویٰ نہیں دیا۔

اسی طرح مولوی محمد حسین بٹالوی نے اُنہی دنوں حضور علیہ السلام کے ایک عربی الہام پر علمی اعتراض کیا جس کا جواب حضورؑ نے عربی کتب سے پیش کر کے

باقی صفحہ نمبر 20

انصار ڈائجسٹ

محمود احمد ملک

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ اور مفید تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ھیں۔ قارئین خود لکھ کر یا اپنے زیر مطالعه کسی کتاب یا رساله سے اخذ کرکے ھمیں کچھ بھی بھجواسکتے ھیں۔ تحریر مختصر اور باحواله ھونی چاھئے۔ ھمارا پته ھے:

Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL. e-mail: ansar_digest@yahoo.co.uk

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت

انصار سلسلہ کی ترقی کیلئے دعائیں کریں

"وہ عمر کے لحاظ سے جماعت کے ایسے طبقہ میں شامل ہیں جن کو عموماً عبادت کی زیادہ توفیق ملتی ہے، دعاؤں کی زیادہ توفیق ملتی ہے۔ بعض انصار تو ایسے بھی ہیں جو لیٹے رہتے ہیں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ مگر ان کی دعاؤں میں اتنی قوت اور اتنی شوکت ہوتی ہے کہ وہ لیٹے لیٹے ہزاروں چلنے پھرنے والوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔"

(اجتماع انصار اللہ ربوہ 1982ء سے خطاب)

بھوک ختم کرنے میں کامیابی

سائنسدانوں کے پاس اب شراب کے نشے اور موٹاپے کا علاج بہتر صورت میں آگیا ہے۔ فرانسیسی اور سوئس تحقیق کاروں نے چوہوں میں بھوک سے متعلقہ ایک جین دریافت کی ہے جو جسم کو کھانا کھانے سے پہلے بھوک کا احساس دلاتی ہے۔ اس جین کو بدل دینے سے بھوک کے احساس کو کم یا بالکل ختم کیا جاسکتا ہے۔ بدلی ہوئی جین والے چوہوں کو اُس وقت تک کھانے کا احساس تک نہیں ہوا جب تک کہ انہیں کھانا مہیا نہیں کیا گیا جبکہ جینیاتی طور پر صحیح جین رکھنے والے چوہے کھانا آنے سے پہلے ہی خوراک تلاش کرنے لگے۔ توقع ہے کہ یہ دریافت لوگوں میں موٹاپے، ڈپریشن، کم خوابی اور شراب کے نشے کے علاج میں مدد کرسکتی ہے۔

مصنوعی جگر کی تیاری

نیوکاسل یونیورسٹی انگلینڈ میں سائنسدانوں نے گزشتہ اکتوبر میں ایک خفیف مصنوعی انسانی جگر تیار کرلیا جو ایک انگوٹھے کے ناخن کے برابر ہے اور یہ نافی ناڑ سے حاصل کئے گئے خون سے اُگایا گیا ہے۔ گزشتہ تجربات سے صرف جگر کے خلیے ہی بنائے جاسکے تھے لیکن ایسی نوعیت کا تجربہ پہلی مرتبہ کیا گیا ہے جہاں ایسے خلیوں سے ریشوں کا ایک نمایاں حصہ بنایا گیا ہو۔

بینائی کی واپسی

یونیورسٹی کالج لندن میں کئے جانے والے تجربات کے دوران خلیوں کی پیوندکاری (Cell Transplant) کے ذریعہ سائنسدان چوہوں کی متأثرہ آنکھ کی بینائی واپس لانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ اس کامیابی سے کروڑوں متأثرہ انسانی آنکھوں کی بینائی بھی واپس لانے کی امید پیدا ہوگئی ہے۔ سائنسدانوں نے ایسے جانوروں پر تجربات کئے ہیں جن کی آنکھ میں اُسی قسم کی خرابی موجود تھی جیسی انسان کی آنکھوں میں بھی پائی جاسکتی ہے۔ اگرچہ سٹیم سیل، ٹرانسپلانٹ کے بعد جسم میں کسی بھی طرح کے سیل میں تبدیل ہوسکتے ہیں لیکن ماضی میں آنکھ کی پتلی میں ایسے تجربات ناکام رہے ہیں تاہم اس بار ایک ایسے چوہے سے سٹیم سیل نکالا گیا جس کی زندگی صرف پانچ سال کی تھی اور ابھی اُس کی آنکھ کی پتلی بن رہی تھی۔ یہ سیل دوسرے چوہے کی بیماری والی آنکھ میں ٹرانسپلانٹ کیا گیا تو اُس کی آنکھ کی بینائی واپس آگئی۔

نیند کی اہمیت

قبل ازیں یہ تو ثابت ہوچکا تھا کہ بے خوابی یا نیند میں خلل کی وجہ سے کئی جسمانی اور ذہنی مسائل جنم لے سکتے ہیں، جن میں یادداشت کی کمزوری بھی شامل ہے۔ ایک امریکی ادارہ جو یہ تحقیق کررہا ہے کہ فوجیوں کیلئے کم سے کم کتنی نیند ضروری ہوسکتی ہے جس سے اُن کی قوت فیصلہ متأثر نہ ہو، اُس کی ایک تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ بے خوابی کے اثرات چند خاص شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے زیادہ نقصاندہ ثابت ہوسکتے ہیں جن میں ڈاکٹر اور فوجی بھی شامل ہیں کیونکہ اُن کی رات کی شفٹوں سے نیند کا معمول تبدیل ہوجاتا ہے جبکہ انہیں کئی مرتبہ فوری اہم فیصلے بھی کرنے ہوتے ہیں۔ چنانچہ فوجی دوراتیں جاگنے کے بعد اپنے فیصلے صحیح طور پر کرنے کے قابل نہیں رہتے اور اُن کے فیصلوں میں حد درجے کی جذباتیت شامل ہوجاتی ہے، وہ بات بات پر غصہ کرتے ہیں اور اہم باتوں پر رائے دینے سے گریز کرتے ہیں۔ اس تحقیق میں چھبیس فوجیوں کو شامل کیا گیا جن کی نیند کی طوالت میں تبدیلی کرکے اُن کے سامنے ایسے معاملات رکھے گئے جو فوری طور پر فیصلہ طلب تھے۔ اگرچہ انفرادی طور پر ہر شخص کی قوت فیصلہ مختلف طرح سے متأثر ہوئی تاہم کچھ افراد کے فیصلے دوسروں کے لئے نقصان کا باعث بھی بن سکتے تھے۔ اسی طرح دوراتیں جاگنے کے بعد عمومی معاملات سے متعلق بھی کئی افراد کی رائے میں تبدیلی نوٹ کی گئی۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ مختلف افراد کی نیند کی طوالت کی ضرورت بہت حد تک مختلف ہوسکتی ہے چنانچہ بعض افراد کو چوبیس گھنٹوں میں صرف تین گھنٹے کی نیند ہی کافی ہوتی ہے جبکہ بعض گیارہ گھنٹے کی نیند سے پُرسکون محسوس کرتے ہیں۔ تاہم جو لوگ صرف تین گھنٹے روزانہ کی نیند لیتے ہیں اُنکی یادداشت بتدریج کمزور ہونے لگتی ہے اور وہ کسی مسئلے پر توجہ مرکوز کرنے میں اکثر ناکام رہتے ہیں جبکہ زندگی کے ہر شعبہ میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے لئے آٹھ گھنٹے کی گہری نیند کا عرصہ بہترین ہے۔